Acc. no: 1549

زرّیں حکایات

"مثنوی مولوی معنوی"

فہرست مضامین

شمار	مضمون	صفحہ
ا	**دیباچہ عمومی** ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور معتمد ادارۂ ادبیات اردو۔	۱ - ۲
ب	**مولانائے رومؒ کے حالات** از مؤلف۔	ا - از

RekhtaDownload.com

شمار	مضمون	صفحہ
ج	**اللہ سے محبت**	۹ - ۲۲
۱	چار آدمیوں میں ایک درم	۱۱ - ۱۳
۲	حضرت موسیٰ اور چرواہا	۱۳ - ۱۶
۳	مچھر اور ہوا	۱۶ - ۱۹
۴	قافلہ اور سرائے	۱۹ - ۲۰
۵	اندھیرے گھر میں ہاتھی	۲۰ - ۲۲
د	[illegible]	۸۲
۱	ایک شیخی خورہ اور چربی کا ٹکڑا	[illegible] - ۲۸
۲	شاہ ترمذ اور اس کا مسخرہ	۲۸ - ۳۰
۳	ایک شخص اور ہلالِ عید	۳۰ - ۳۲
۴	ایک مخمور ترک اور قوال	۳۲ - ۳۵
۵	چور اور مریض	۳۶ - ۴۰
۶	ایک بہرا اور بیمار	۳۶ - ۴۰
۷	ایک اندھا پکار پکار کر کہتا پھرتا تھا کہ میں	

مضمون کی فہرست

شمار	مضمون	صفحہ
	دوھرا اندھا ہوں	۴۰ - ۴۱
۸	خچر اور اونٹ	۴۲ - ۴۵
۹	ایک مولوی صاحب اور گرگٹ	۴۵ - ۴۸
۱۰	طوطی اور بقال	۴۸ - ۵۰
۴	**بڑائی کی وجہ**	۵۱ -
۱	بادشاہ اور فقیر	۵۳ - ۵۴
۲	اونٹ، بیل اور دُنبہ	۵۴ - ۵۶
۳	ایک محتسب اور شرابی	۵۶ - ۵۸
۴	مجنوں اور لیلیٰ کا کُتّا	۵۸ - ۶۰
۵	ایک دہقانی اور واعظ	۶۰ - ۶۱
۶	صوفی اور خالی دسترخوان	۶۱ - ۶۴
۷	ایک گیدڑ کا دعویٰ کہ میں لیڈر ہوں	۶۴ - ۶۷
۸	ایک سائل اور صاحب خانہ	۶۷ - ۷۰
۹	ایک دیوہیکل بزدل اور دُبلا پتلا دلیر	۷۰ - ۷۲

RekhtaDownload.com

شمار	مضمون	صفحہ
۱۰	ماں اور بچہ	۷۲-۷۳
۱۱	خواجہ اور حضرت لقمانؑ	۷۳-۷۵
۱۲	حضرت لقمان اور حضرت داؤدؑ	۷۶-۷۷
۱۳	بادشاہ اور لیلیٰ	۷۷-۷۸
۱۴	چوہا اور اونٹ	۷۸-۸۲
و	**عقل و جہل**	۸۳-۱۰۳
۱	ایک بدھو اور شیطان	۸۵-۸۷
۲	اعرابی اور اُس کا کتّا	۸۷-۹۰
۳	شکاری اور تین مچھلیاں	۹۰-۹۳
۴	ایک نحوی اور ملّاح	۹۳-۹۵
۵	پھیرو اور زہری مار	۹۵-۹۸
۶	ایک اعرابی اور فلسفی کا مکالمہ	۹۸-۱۰۳
ز	**نیکی اور بدی**	۱۰۵-۱۲۸
۱	ایک سوداگر اور امیر	۱۰۵-۱۰۷

شمار	مضمون	صفحہ
۲	بزرگ اور لڑکا	۱۰۰ - ۱۰۹
۳	مجنوں اور اونٹنی	۱۰۹ - ۱۱۱
۴	خرگوش اور شیر	۱۱۱ - ۱۱۷
۵	ایک بوڑھے اور طبیب کا مکالمہ	۱۱۷ - ۱۲۰
۶	کنواں اور پیاسا	۱۲۰ - ۱۲۱
۷	بلّی اور آدھ سیر گوشت	۱۲۲ - ۱۲۴
۸	سوداگر اور توتا	۱۲۴ - ۱۲۸
ح	پاداشِ عمل	۱۲۹ - ۱۵۶
۱	ہندستان کے جنگل میں ایک قافلہ اور ہاتھی۔	۱۳۱ - ۱۳۵
۲	حضرت عمرؓ اور ایک چور	۱۳۵ - ۱۳۶
۳	چور اور کوتوال	۱۳۶ - ۱۳۸
۴	ایک بزرگ اور عمید کے غلام	۱۳۸ - ۱۴۰
۵	شاہی گھوڑوں پر گدھے کا رشک	۱۴۰ - ۱۴۴

RekhtaDownload.com

صفحہ	مضمون	شمار
۱۴۷-۱۴۴	ظالم بادشاہ اور گدھے والا	۶
۱۴۹-۱۴۷	دق کا مریض اور صوفی	۷
۱۵۲-۱۴۹	ملک الموت اور حضرت سلیمانؑ	۸
۱۵۵-۱۵۲	حضرت سلیمانؑ اور ہُدہُد	۹
۱۵۶-۱۵۵	ایک چور اور پیغمبر	۱۰
۱۶۸-۱۵۰	وقت کی قدر	۱۱
۱۶۰-۱۵۶	بُدھا پادری	۱۲
۱۶۱-۱۶۰	حجام اور ادھیڑ آدمی	۱۳
۱۶۵-۱۶۲	سلیمان یہودی اور عیسائی کا سفر	۱۴
۱۶۸-۱۶۶	ایک قافلہ اور اُس کا چوکیدار	۱۵
۱۷۵-۱۶۰	ایک صوفی اور اُس کا گدھا	۱۶
۱۷۶-۱۷۱	مالیخولیے کا مریض اور ایک صاحبِ درد	۱۷
۱۷۸-۱۷۶	عاشق اور معشوق	۱۸

شمار صفحہ

ط صحبتِ ناجنس ۱۷۹

شمار		صفحہ
۱	حکیم جالینوس اور ایک دیوانہ	۱۸۱-۱۸۲
۲	کوّا اور چکور	۱۸۲-۱۸۳
۳	شہباز بڑھیا کے گھر میں	۱۸۴-۱۸۶
۴	چمار کی بیہوشی اور اس کا علاج	۱۸۶-۱۸۸
۵	مینڈک اور چوہے کی دوستی	۱۸۹-۱۹۳
۶	انسان اور ریچھ کی دوستی	۱۹۲-۱۹۸
۷	حضرت نوحؑ اور ان کا بیٹا	۱۹۸-۲۰۱

ی لالچ کا نتیجہ ۲۰۳

شمار		صفحہ
۱	حکیم اور مور	۲۰۵-۲۰۷
۲	ایک بھینگا اور آئینہ	۲۰۷-۲۰۹

RekhtaDownload.com

شمار		صفحہ
۳	ایک شخص مفلسی سے تنگ آکر پیغمبری کا دعویٰ کر بیٹھا۔	۲۰۹-۲۱۲
۴	ایک دُنبے کا مالک اور چور	۲۱۲-۲۱۴
۵	شکاری اور چڑیا	۲۱۴-۲۱۶

فہرستِ تصاویر

۱	شبیہ حضرت مولانائے رومؒ	محاذی صفحہ ا
۲	نقشۂ سفر حضرت مولانائے رومؒ	محاذی صفحہ ۵
۳	مقبرہ حضرت مولانائے رومؒ	محاذی صفحہ ۱

RekhtaDownload.com

دیباچۂ عمومی

مولانا جلال الدّین رومی فارسی کے اُن شاعروں میں سے ہیں جن کے کلام کی وجہ سے خود فارسی زبان کا پایہ بُلند ہوگیا۔ وہ نہ صرف ایک برگزیدہ شاعر تھے بلکہ عالی مرتبہ مفکّر بھی۔ چنانچہ دنیا کے مفکّرین میں ان کو ایک خاص درجہ حاصل ہے، یہ تو شاعری اور فلسفہ کا ذکر تھا۔ تصوّف و عرفان کے لحاظ سے دیکھیے تو مولانائے روم کی ہستی اور بھی بلند مقام پر نظر آتی ہے۔ ان کی "مثنوی" کے متعلق تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ ع

ہست قرآں در زبان پہلوی۔

غرض جس معیار سے جانچئے جلال الدین رومی ایک خاص امتیاز کے مالک نظر آتے ہیں۔ وہ اُن چند ممتاز انسانوں میں سے ہیں جو گذشتہ ہزار ہا سال کے عرصے میں کبھی کبھی بطن گیتی سے نمودار ہوئے اور اپنے کارناموں کے ذریعے سے زندگی جاودان حاصل کرلی۔ مولانائے روم کی مثنوی ایک گنجِ شائگاں ہے جس کو کبھی زوال نہیں یہ وہ "خم خانہ" ہے جو

کبھی خالی نہیں ہوتا، حالانکہ اس میں صدیوں سے "حریفوں" کی "بادہ خواری" جاری ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک عجائب خانہ کی طرح یہ مثنوی ایسے ایسے عجائب و غرائب سے مالا مال ہے کہ ہر ذوق کا آدمی اِس سے مستفید ہوتا ہے۔ کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ اب یہ اپنی اپنی ہمّت ہے۔ مرغ کو دانہ ملتا ہے اور ہنس کو موتی۔ اقبالؔ جیسے مفکّر جب اس دریائے مّواج میں شناوری کرتے ہیں تو "فلسفۂ خودی" نکال لاتے ہیں۔ سرمدؔ جیسے صوفی جب اس کے مطالب و معانی کی تہہ تک پہنچتے ہیں تو "انا الحق" پکارنے لگتے ہیں۔ اور "قال" کو چھوڑ کر جو لوگ "حال" کا ذوق بڑھاتے ہیں تو درویشوں کا ایک حلقہ بن جاتا ہے جو حلقۂ سیارگان کی طرح سرگرمِ رقص رہتا ہے۔ غرض ہر شخص بقدر مستفید ہوتا ہے۔

مولوی مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب نے بچّوں کے فائدے کی خاطر اس مثنوی کا مطالعہ کیا تو انھیں ایسی ایسی کام کی باتیں اور کہانیاں ہاتھ آئیں کہ ادبِ اطفال کا بڑے سے بڑا ماہر بھی ششدر رہ جائے۔

مرزا صاحب نے مثنوی مولوی معنوی کا بڑا اچھا مطالعہ کیا ہے۔ اور مطالعہ کے دوران میں جو کہانیاں اپنی مطلب کی نظر آئیں اُن کو اردو میں

قلمبند کرتے گئے۔ اس طرح یہ مجموعہ مرتب ہو گیا جو اِس وقت پیش نظر ہے۔
مولوی معنوی کا بیان کیا ہوا قصّہ اور پھر مرزا عصمت اللہ بیگ کی اردو! سچ تو یہ ہے کہ ان قصّوں کا لُطف دوبالا ہو گیا ہے۔ بچّوں کے لیے مضمون اور کہانیاں لکھتے لکھتے اور ریڈیو پر سناتے سناتے مرزا صاحب کے اسلوب میں سلاست اور گھلاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔ وہ بچّوں کی نفسی کیفیتوں سے بخوبی واقف ہیں اور زبان پر اچھی قدرت رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیے! ہر قصّے کے آخر میں انھوں نے مولوی معنوی کے ایسے دو دو چار چار شعر بھی دیدیئے ہیں جو اصل واقعہ کی جان ہیں، اور اِن شعروں کے نیچے اردو ترجمہ بھی لکھدیا ہے۔ اسطرح اصل ماخذ اور مقام کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ اور جو فارسی پڑھ یا سمجھ سکتے ہیں وہ فارسی کی اِس شہکار مثنوی کے اصلی ابیات سے بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں
اردو زبان میں دوسری زبانوں کے علمی ادبی شہکاروں کے ترجموں یا خلاصوں کی بے حد کمی ہے اور اس قسم کی کوششوں کی قدر افزائی کی ضرورت ہے تاکہ اردو ادب کا خزانہ دوسری زبانوں کے جواہر سے مالامال ہو سکے اور پڑھنے والوں کے لیئے طرح طرح کے

مضامین کثرت سے مل سکیں۔ تنوعِ زندگی اور ترقی کے لئے ضروری ہے اور علم و ادب میں تو اس کی وجہ سے بڑی شگفتگی اور پہنائی پیدا ہو جاتی ہے۔

مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب نے نہ صرف مولانائے روم کے قصّوں ہی کو اُردو میں منتقل کیا بلکہ ایک اور مفید اور اہم خدمت انجام دی ہے، اور یہ وہ خدمت ہے جو مولوی رومی کے بڑے بڑے معتقدوں اور بلند پایہ محقّقوں سے بھی نہ ہو سکی تھی۔ یعنی ان کے حالات زندگی اور اُن کے مقبرے کے متعلق دلچسپ اور ضروری معلومات کی فراہمی۔ خاص کر موخر الذکر موضوع پر تو اردو ہی کیا کسی اور زبان یہاں تک کہ فارسی یا عربی میں بھی معلومات شائع نہیں ہوی ہیں۔ اسی لئے میں مرزا صاحب کو رائے دونگا کہ وہ اپنے مقدمہ کو علحدہ کتابی صورت میں بھی شائع کریں۔

ان نادر معلومات کے علاوہ مولانائے روم کی ایک قدیم تصویر کا عکس جو عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر نے بکمال نوازش مرحمت فرمایا ہے اور ان کے مقبرے کی تصویر بھی اس کتاب میں شریک ہے۔ یہ تصویریں تو

پہلی دفعہ شائع ہو رہی ہیں، اور اُن کے اور مقبرے وغیرہ سے متعلق معلومات کے لیے اُردو دنیا کو مولوی محمد سجّاد مرزا صاحب ایم۔اے پرنسپل ٹریننگ کالج کا مرہونِ منّت ہونا چاہیے۔ واقعہ یہ ہے کہ پوری کتاب اِن ہی کی دلچسپی اور ہمّت افزائی کا نتیجہ ہے۔ ان کی مردم شناس نظروں نے مرزا عصمت اللہ بیگ جیسے جوہر کو پرکھ لیا اور ان کی ہمہ جہتی قابلیت سے ایسے مفید ادبی کام کرائے ہیں جو عنقریب ایک حد تک منصّۂ شہود پر آ جائیں گے۔ مرزا صاحب کا مجموعۂ نظم "کاک ٹیل" ان کے جدّت پسندانہ ذوقِ سخن کا اچھا نمونہ ہے جو چھپ کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ اُن کے چند شگفتہ مضمونوں کا ایک مجموعہ "بارہ بھسکیاں" بھی مرتب ہو چکا ہے اور شاید قریب میں شائع ہو جائے۔ فنِّ کتابت و طباعت پر بھی انھوں نے ایک مبسوط اور پُر از معلومات کتاب لکھی ہے جو اردو زبان میں اس موضوع کی واحد مستند تالیف ہے، اور جس کی اشاعت سے اردو کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ غرض مرزا صاحب کی طبیعت میں ایک خاص جدّت اور جودت ہے جو کبھی انھیں نچلا نہیں بیٹھنے دے گی۔

وہ ہر وقت سرگرم کار رہتے ہیں، اور ان کا دماغ معمولی معمولی چیزوں اور پامال حالات وخیالات میں سے بھی نُدرت اور شگفتگی کو ڈھونڈھ نکالتا ہے۔ وہ اپنی تقریر اور تحریر دونوں میں ایسی پتے پتے کی باتیں بیان کرجاتے ہیں کہ پڑھنے یا سننے والا لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مجھے یقین ہے کہ مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب کی یہ کتاب یوں تو ہر اُردو داں کی نظر میں وقعت حاصل کرے گی، لیکن جو اصحابِ ذوق، اردو میں بچّوں کے ادب کی افسوسناک کمی کو شدّت سے محسوس کر رہے ہیں وہ ضرور اس کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھیں گے۔

سیّد محیّ الدین قادری زور

(پی۔ ایچ۔ ڈی)

ادارہ ادبیات اُردو

حیدرآباد دکن

مولانائے رومؒ کے حالات

مولانا کا اصلی نام مع کنیت محمد بن محمد حسین ہے لیکن عام طور پر جلال الدین رومی کے نام سے مشہور ہیں آپ بتاریخ ۶ ربیع الاول سنہ ۶۰۴ھ (مطابق سنہ ۱۲۰۷ء) بلخ میں پیدا ہوئے یہ مقام آپ کے آباؤ اجداد کا بھی وطن تھا، لیکن مولانا نہایت کم سنی میں وطن چھوڑ کر اپنے والد کے ساتھ قونیہ میں جا بسے جو ایشیائے کوچک میں واقع تھا۔ اُس زمانے میں ایشیائے کوچک کو روم کہتے تھے۔ اس لیے مولانا نے اپنا تخلص رومی اختیار فرمایا مگر کہیں کہیں "مولوی"

بھی اختیار کیا ہے۔

آپ کے دادا جلال الدین حسین الخطبی نے علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کی دختر سے شادی کی تھی اور اُن کے بطن سے بہاؤالدین پیدا ہوئے جو مولانا کے والد ماجد تھے، اِس لحاظ سے مولانا شاہانِ خوارزمیہ کی آل سے تھے۔

مولانا بہاؤالدین بڑے فصیح و بلیغ واعظ، مُمتاز خطیب اور علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے۔ بلخ چھوڑنے کا واقعہ عجیب ہے۔ ایک روز شہنشاہِ وقت، قطب الدین محمد خوارزم شاہ آپ کی مجلس وعظ میں آئے تو دیکھا کہ ان کے گرد ہزارہا عقیدت مندوں کا مجمع ہے۔ اِس جمِ غفیر کو دیکھ کر بادشاہ چونکا اور سوچا کہ اگر ہردلعزیزی اور عقیدتمندی کی یہی کیفیت ہے تو ایک روز وعظ کہتے کہتے یہ خود تخت پر نہ بیٹھ جائیں۔ غرض یہ کہ اوّل تو سیاسی نقطۂ نظر سے بادشاہ کو اِن کا وجود خطرناک نظر آیا، دوسرے حاسدوں کی افتراپردازیوں اور مُصاحبوں کی غیبت نے اُسے اور بھی بھڑکا دیا۔ رات

ان قصوں اور حکایتوں سے داستان گوئی مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد نتیجے سے ہے جو اُس قصّے اور حکایت سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا نے خود بھی ایک نقل کے پیرائے میں اِس بات کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ ایک نحوی نے مثال کے طور پر کہا کہ "ضَرَبَ زیدٌ عمراً" جس کے یہ معنی ہیں کہ زید نے عمرو کو مارا۔ ایک شخص نے سُن کر یہ اعتراض کیا کہ بھلا جناب! عمرو نے کیا گناہ کیا تھا جو زبردستی زید نے اُس کو مارا۔ نحوی نے کہا اس سے کسی واقعے کا اظہار مقصود نہیں ہے بلکہ زید اور عمرو سے اعراب کا ظاہر کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

اے برادر قصّہ چوں پیمانہ ایست — معنی اندروے بسانِ دانہ ایست

(اے بھائی قصّہ پیمانے کی طرح ہے — اور اس میں معنی دانے کی طرح ہیں)

گفت نحوی زیدٌ عمراً قد ضرب — گفت چونش کرد بے جُرمی ادب

(کسی نحوی نے کہا کہ زید نے عمرو کو مارا — ایک شخص نے کہا کہ اس نے بے گناہ کو کیوں مارا)

عمرو را جرمش چہ بد کاں زید خام ۔ بیگناہ او را بزد ہمچو غلام

(عمرو نے کیا گناہ کیا تھا جو زید نے ۔ اس بے گناہ کو غلام کی طرح مارا)

گفت ایں پیمانۂ معنی بود ۔ گندمش بستاں کہ پیمانہ ست رد

(جواب دیا کہ یہ تو ایک معنی کا پیمانہ ہے ۔ گیہوں نکال لے اور پیمانہ چھوڑ دے)

عمرو زید از بہر اعراب است ساز ۔ گر دروغ است آں تو با اعراب ساز

(عمرو اور زید صرف اعراب کے لیے جمع کیے گئے ہیں ۔ اگر وہ جھوٹ ہے مگر تو تو اعراب کا کام ہے)

مثنوی میں تقریباً ڈھائی سو سے زیادہ قصے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو حکایتیں مولانا نے مثنوی میں نظم کی ہیں وہ بعض قدیم کتابوں سے حسب ضرورت اقتباساً لی گئی ہیں بعض جگہ خود مولانا بھی اصل کتاب کا حوالہ دے گئے ہیں اگرچہ اس کا التزام نہیں ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ :-

قصۂ آں آبگیر است اے عنود ۔ کہ درو سہ ماہیِ اشگرف بود

(یہ قصہ اُس تالاب کا ہے ۔ کہ جس میں تین بڑی مچھلیاں رہتی تھیں)

از کلیلہ خواندہ باشی لیک آں ۔ قشرِ افسانہ بود ایں مغزِ جاں

(کلیلہ دمنہ میں تم نے یہ قصہ پڑھا ہوگا ۔ لیکن وہ صرف قصہ تھا اور یہ قصہ کی جان ہے)

جوں توں کر کے کاٹی، صبح ہوتے ہی بادشاہ نے خزانے کی کُنجیاں مولانا بہاؤالدین کے پاس بھیجدیں اور کہلا بھیجا کہ لوازمات سلطنت میں صرف یہ کنجیاں میرے پاس رہ گئی ہیں وہ بھی آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔ مولانا بادشاہ کا مطلب تاڑ گئے اور کنجیاں واپس کر کے فرمایا کہ یہ آپ ہی کو مُبارک رہیں، میں خود جمعہ کی نماز پڑھ کر یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ بعد نماز جمعہ وہ شہر سے نکلے اور اس شان سے نکلے کہ اہل وعیال کے علاوہ ہزاروں آدمی ساتھ ہو گئے۔ یہ قافلہ بلخ سے نکل کر منزلیں طے کرتا ہوا نیشاپور پہنچا۔ اُس وقت مولانا کی عُمر چھے سال کی تھی۔ یہاں مشہور و معرُوف صوفی حضرت فریدالدین عطّار سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے مولانا کو اپنا "اسرار نامہ" دیا اور پیشین گوئی کی کہ یہ بچہ بڑا روحانی درجہ حاصل کرے گا۔ پھر نیشاپور سے مولانا اپنے والد ماجد کے ساتھ بغداد اور مکۂ مُعظمہ گئے وہاں سے واپسی پر دمشق ہوتے ہوئے ملاطیہ اور آذربائیجان پہنچے اور کئی سال تک

وہاں قیام کیا۔ آذربائیجان سے لارندے گئے، یہاں حضرت بہاؤالدین مقامی مدرسہ کے صدر منتخب ہوئے اور تقریباً سات سال تک مقیم رہے۔ یہیں مولانائے روم سنِ بلوغ کو پہنچے اور ۶۲۲ھ میں اُن کی شادی لالہ شرف الدین سمرقندی کی بیٹی جواہر خاتون سے ہوگئی۔ چند روز کے بعد سلجوقی بادشاہ علاؤالدین کیقباد کی درخواست پر یہ لوگ قونیہ گئے اور وہیں آباد ہوگئے۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ غزنویہ کا بڑھتا ہوا زور گھٹ چکا تھا، عباسیہ کا جاہ و جلال زوال پذیر تھا اور دُنیائے اسلام میں یاس و ناامیدی کی گھٹائیں چھا رہی تھیں، لیکن ایک گمنام قبیلہ اسلام کے علم کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ اس قبیلے نے اپنا قومی لقب اپنے ایک سردار کے نام پر رکھ لیا تھا اور یہ لوگ سلاطین روم کے نام سے مشہور تھے۔ اس زمانہ میں اس کی ایک شاخ ایشیائے کوچک پر حکمراں تھی جس کا پایۂ تخت قونیہ تھا چنانچہ سلجوقی بادشاہ نے ان کی بڑی آؤبھگت کی اور شاہی

نقشہ سفر حضرت مولانائے روم

سرپرستی میں یہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے مشغلۂ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

مولانائے روم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ ان کے انتقال کے بعد سیّد بُرہان الدین محقق ترمذی سے کئی سال تک تصوّف کے اسرار حاصل کرتے رہے۔ پھر بغداد، حلب، دمشق اور دوسرے بڑے بڑے مشہور و معروف شہروں میں جاکر علوم و فنون کی تکمیل کی، رفتہ رفتہ اِن کی علمی قابلیت اور ذکاوت و فصاحت کا چار جانب شہرہ ہوگیا اور ہرطرف سے لوگ آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے کے لیے آنے لگے۔ ابتدا ہی سے مولانا اسلامی عبادات اور معاملات کے مسائل پر فتوے دیتے تھے۔ اُن کے فتوے سَند مانے جاتے تھے اور علوم عربیہ میں یہ اپنے زمانے کے جیّد عُلما میں شمار ہوتے تھے۔

مولانا کی زندگی کا وہ زمانہ جس نے آپ

زندۂ جاوید بنا دیا وہ دوسرا دور ہے جو شمس تبریزیؒ کی ملاقات سے شروع ہوتا ہے۔ ان کی ملاقات کے بعد سے مولانا میں خاص قسم کا جذبہ پیدا ہوگیا تھا اور اُن کی صحبت نے مولانا کے دل میں جوش، گداز اور درد پیدا کر دیا تھا۔

شمس تبریزی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے تبریز میں پیدا ہوئے تھے، یہ بڑے زبردست سیاح تھے اور انھوں نے حضرت رکن الدین سنجانی سے فیضِ روحانی حاصل کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُن میں جذب اور روحانی قوت اس بلا کی تھی کہ جو اُن کے حلقے میں داخل ہوتا تھا وہ اپنے آپے میں نہ رہتا تھا۔ شمس تبریزیؒ کے پیر و مرشد نے اُن کو ملکِ روم میں مولانائے رومؒ کو تلاش کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ جب شمس تبریزیؒ قونیہ میں پہنچے تو مولانا کی درس گاہ میں آئے، دیکھا کہ مولانا ایک حوض کے کنارے بیٹھے ہیں اور بہت سی کتابیں سامنے رکھی ہیں۔

شمس تبریزیؒ نے پوچھا کہ یہ کیا کتابیں ہیں۔ مولانا نے کہا یہ تم نہیں جانتے اِن کو قیل و قال کہتے ہیں شمس تبریزیؒ نے ہاتھ بڑھا کر وہ تمام کتابیں اٹھائیں اور حوض میں ڈال دیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہائے درویش تم نے یہ کیا غضب کیا! اس میں تو بعض بڑی نادر کتابیں تھیں۔ شمس تبریز نے پھر پانی میں ہاتھ ڈالا اور اُن کتابوں کو نکال کر باہر ڈالدیا مولانا نے دیکھا کہ وہ تمام کتابیں خشک ہیں اور اُن پر پانی کا کوئی اثر نہیں ہوا، تو تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا کرامت ہے۔ شمس تبریزیؒ نے جواب دیا کہ اس کو تم نہیں جانتے اسے ذوق و حال کہتے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر مولانا اُن کے مُرید ہوگئے اور اس قدر مفتون اور مجذوب ہوئے کہ لوگ اُنھیں دیوانہ خیال کرنے لگے۔ مولانا نے وعظ، فتویٰ اور درس و تدریس کا سلسلہ بالکل بند کردیا تھا اور شمس تبریزیؒ کے ساتھ ویران اور سُنسان مقامات میں بیٹھے ہوئے کشف و کرامات کے نظارے اور فلسفۂ تصوف کی گہرائیوں پر

بحث کرتے رہتے تھے۔

یہ کیفیت دیکھ کر مولانا کے شاگرد، متعلقین اور رشتہ دار وغیرہ شمس تبریزی پر برافروختہ ہوگئے کہ یہ مولانا کو گمراہ کر رہے ہیں اور سب کے سب اُن کے قتل کی فکر میں لگ گئے۔ چنانچہ ایک روز شمس تبریزی اور مولانا خلوت میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ کسی نے شمس تبریزی کو پکارا، وہ اُٹھ کر باہر گئے تو چھ سات غدار مل کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ کہتے ہیں کہ شمس تبریزیؒ نے ایک ایسی خوفناک چیخ ماری کہ سب کے سب بیہوش ہوکر گر پڑے تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو انھوں نے چند خون کے قطروں کے سوا اور کچھ نہ پایا۔ پھر اُس روز سے آج تک اُس شہنشاہِ روحانی کا کچھ پتا نہ چلا۔ شمس تبریزی کی مفارقت سے مولانا پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی تھی اور اُسی جذبے میں مولانا نے ہزاروں شعر اور سیکڑوں غزلیں کہہ ڈالیں جن کا مجموعہ آج دیوانِ شمس تبریز کے نام سے

مشہور ہے ۔

اُسی آتشِ فراق کا سب سے بڑا آتشکدہ مثنوی معنوی ہے جو مولانا کی ابدآلاباد یادگار ہی نہیں بلکہ اُن کی پوری تعلیم کی متن وعین تصویر ہے جو شمس تبریز سے مولانا کو پہنچی ہے ۔ حضرت شمس تبریزؒ کی عظمت بھی ہم کو اسی مثنوی کے مطالعے سے معلوم ہوتی ہے جو اُن کے یگانۂ روزگار مُرید نے عالم وجد و حال میں کہی ہے ۔

حسام الدین چلپی مولانا کے خاص الخاص مُرید، گہرے دوست، بڑے معتقد اور ہمدم و ہمراز تھے ۔ اُن کی درخواست پر مولانا نے مثنوی کی طرف توجہ فرمائی تھی ۔ اُنھوں نے دیکھا کہ عام طور پر لوگ حکیم سنائی کا الٰہی نامہ اور فریدالدین عطارؒ کا نصیحت نامہ اور منطق الطیر بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اس لیے مولانا سے عرض کی کہ آپ کی صوفیانہ رنگ کی غزلیں تو بہت ہیں اب اگر کوئی کتاب الٰہی نامہ یا منطق الطیر کی طرز پر منظوم کی جائے تو وہ

بے حد مفید ثابت ہوگی اور ہمیشہ یادگار رہے گی۔ مولانا نے فرمایا کہ مجھے بھی رات کو یہی خیال آیا تھا اور اپنی دستارِ مُبارک سے ایک کاغذ نکال کر دیا جس میں دفترِ اوّل کے ابتدائی اٹھارہ شعر لکھے ہوئے تھے۔

حسام الدین چلپی نے اُن اشعار کو بہت پسند کیا۔ اس پر مولانا نے مثنوی کی ابتدا کی۔ کہتے ہیں کہ مولانا رات رات بھر بیٹھے شعر کہتے رہتے تھے اور حسام الدین چلپی برابر بیٹھے ہوئے لکھتے رہتے تھے۔ مثنوی کے چھے دفتر ہیں اور تقریباً ہر دفتر میں مولانا نے حسام الدین چلپی کا ذکر اس طرح سے کیا ہے کہ جیسے کوئی مُرید اپنے پیرومرشد کا ذکر کرتا ہے۔

مثنوی کی پہلی جلد ختم ہونے کے بعد حسام الدین چلپی کی بیوی کا انتقال ہوگیا وہ دو سال تک بے حد مغموم، پریشان اور افسردہ خاطر رہے اس لیے مثنوی کی تالیف بھی بند رہی۔ دو سال کے بعد پھر حسام الدین چلپی نے مولانا سے درخواست کی تو پھر مولانا نے مثنوی کا سلسلہ آغاز کیا۔

چنانچہ دوسرے دفتر کی ابتدا میں مولانا نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد — مہلتے بایست تا خوں شیر شد
(ایک زمانہ مثنوی کی تالیف میں تاخیر ہوئی — خون کو دودھ بننے کے لیے ایک مدت چاہیے)

تا نزاید بختِ تو فرزندِ نو — خوں نگردد شیرِ شیریں خوش شنو
(جب تک تیرا نصیب اولاد پیدا نہیں کرتی — اچھی طرح سے سن لو کہ خون کا دودھ نہیں بنتا)

چوں ضیاء الحق حسام الدیں عناں — باز گردانید ز اوجِ آسماں
(جب ضیاء الحق حسام الدین نے اپنی توجہ کی لگام — آسمان سے زمین کی جانب دوبارہ پھیر لی)

چوں بمعراجِ حقایق رفتہ بود — بے بہارش غنچہا نشگفتہ بود
(ان کی توجہ معراجِ حقائق کی طرف مصروف تھی — اس لیے بغیر اُن کی توجہ کے مثنوی کی کلیاں کھل نہ سکیں)

چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت — چنگِ شعرِ مثنوی باساز گشت
(جب وہ دریائے وحدت سے ساحلِ کثرت پر آئے — تو مثنوی کے اشعار کا ساز بھی ٹھیک بجنے لگا)

مثنوی کہ صیقلِ ارواح بود — بازگشتش روزِ استفتاح بود
(مثنوی جو کہ ارواح کے صیقل کرنے کا آلہ ہے — اس کی بازگشت استفتاح کے روز ہوئی)

RekhtaDownload.com

مطلعِ تاریخ ایں سودا و سود   سال ہجرت ششصد و شصت دو بود

(اور اس دفتر کے مطلع کا سنہ   چھ سو باسٹھ ہجری ہے)

یہی وہ مثنوی ہے جس کے حُسنِ بیان اور گرمیِ کلام نے ایران و توران میں ہل چل مچا دی تھی۔ ایران و ترک آج تک مثنوی پر فخر کرتے ہیں اور اس کے لٹریچر کو اپنی قومی دولت سمجھتے ہیں۔ منجملہ عجائب یہ ہے کہ مثنوی کی شہرت اور دلکشی برابر ترقی کر رہی ہے اور یورپین مستشرقین کی سعی سے اب یورپ کی کوئی اہم زبان مثنوی کے ترجمے سے خالی نہیں ہے۔

مثنوی میں تقریباً پچیس ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔ اُس میں تصوف، اخلاقیات، فلسفہ، الٰہیات اور جمالیات وغیرہ کے معرکتہ الآرا مسائل اِس خوبی اور سلاست کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں کہ ایک فن سے ناواقف اور معمولی استعداد کا شخص بھی پڑھ کر لطف اُٹھاتا ہے اور مولانا کی تبلیغ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عموماً لوگ علمی مسائل کو منطقی پیرائے میں

ادا کر جاتے ہیں۔ اس لیے بعض لوگ تو اس قسم کے رُوکھے پھیکے اور خشک مضامین پڑھنے یا سُننے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کرتے اور بعض حضرات سُن کر بے سمجھے بوجھے ہی گردن ہلا دیتے ہیں اور پُوری طرح تشفّی اور اطمینان نہیں ہوتا مگر مثنوی میں مولانا نے ایسا پیرایہ اختیار کیا ہے کہ وہ بظاہر تو نہایت آسان معلوم ہوتا ہے مگر واقعی وہ نہایت مُشکل ہے۔ یعنی اوّل مثال کے طور پر ایک قصّہ بیان کر کے سامنے ایک تصویر کھینچ دی ہے پھر اُس کی مدد سے لوگوں کو ایک جدید نتیجے پر پہنچایا ہے تاکہ ایک طرف تو عوام اُس سربستہ راز کی جستجو میں رہیں اور دوسری طرف اُن کے اشتیاق میں اضافہ ہوتا رہے۔

بعض حکایتیں تو اس قدر ظرافت میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں مثلاً بھینگا اور آئینہ، ایک صوفی اور اس کا گدھا، نحوی اور ملّاح، بلّی اور آدھ سیر گوشت، بڈھا پادری، حجّام اور ادھیڑ آدمی، مسلمان، یہودی

اور عیسائی کا سفر، ایک تنخی خورہ اور چربی کا ٹکڑا، ایک مولوی اور گرہ کٹ وغیرہ۔ ان میں کہیں تو دُنیا ساز واعظوں اور مولویوں کو کھری کھری سنائی ہیں، کہیں ریاکار لوگوں کی اندرونی کمزوریوں اور حماقتوں کی گہرائیوں کو اچھی طرح کھنگال کر خوش طبعی کے رنگین شیشوں میں دکھایا ہے اور کہیں متکلمین اور حضرات فلسفہ کی قیاس آرائیوں اور بلند پروازیوں کی ہو بہو تصویر بنتے ہوئے الفاظ میں کھینچ کر پیش کی ہے، جن کے برجستہ فقرے اور کانٹے میں تلے ہوئے الفاظ تیر و نشتر کی طرح دل میں تیر جاتے ہیں۔

اس قسم کی حکایتوں میں ظریفانہ رنگ ہوتا ہے۔ شروع سے آخر تک حکایت پڑھ جاؤ، کبھی نتیجے کی طرف خیال منتقل نہیں ہوتا، مگر مولانا جب صوفیانہ رنگ میں نتیجہ نکالتے ہیں تو وہ بالکل اچھوتا اور نادر ہوتا ہے اور سُننے والے کے دِل پر ایسے گہرے نقش چھوڑتا ہے جو مٹائے نہیں مٹ سکتے۔

RekhtaDownload.com

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ ۔

از کلیلہ باز خواں ایں قصہ را — وندراں قصہ طلب کن حصہ را

(کلیلہ دمنہ میں اس قصہ کو پڑھ — اور اس قصہ سے معرفت ڈھونڈھ)

طائفہ نخچیر در وادیِ خوش — بود شاں با شیر دایم کش مکش

(ایک پُر فضا جنگل میں نخچیر تھے — اور اُن کی شیر سے کشمکش چلی آ رہی تھی)

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

یک مثالِ دیگر اندر کجروی — شاید ار از نقلِ قرآں بشنوی

(کجروی کے بارے میں ایک اور مثال — تم کو نقلِ قرآن سے سنّی چاہیے)

اس وقت اور زیادہ تعجب ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ مثنوی کے بعض قصّے ہندستان کے پنچ تنتر یا کلیلہ دمنہ سے ماخوذ ہیں اور بعض یونانی حکایات، حکایاتِ لقمان یا دوسری عربی کتابوں سے لیے گئے ہیں۔ زیادہ حیرت یہ دریافت کرکے ہوتی ہے کہ تصنیفِ مثنوی کے وقت کوئی کتاب مولانا کے پیشِ نظر نہیں ہوتی تھی اور نہ آپ تصنیفِ مثنوی کے لیے کتبِ قصص و فلسفہ کا مطالعہ

فرماتے تھے بلکہ ایک خاص مستانہ حالت میں ہر مسئلے اور ہر نصیحت کے لیے کوئی ایک قصہ جو غالباً کسی زمانے میں سُنا ہوا یا مطالعہ کیا ہوا ہوگا آپ کے ذہن کے سامنے آجاتا اور آپ ضرورت کے مطابق بے تکلف نظم کر لیتے تھے۔ پھر وہ قصہ اس طرح بیٹھ جاتا تھا جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔ قصہ تو معمولی ہوتا ہے مگر پڑھو اور روانیِ کلام کو دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ دریائے ذخّار ہے جو خیالات کی سربلند وادیوں میں سے بہ کر، پہاڑوں، پتھروں اور چٹانوں سے ٹکراتا ہوا وحدت کے عمیق سمندر میں جا گرتا ہے۔

مثنوی میں بعض قصّے ایسی تفصیل سے بھی بیان ہوئے ہیں جو تلاش کرنے والے کو کتبِ قصص و حکایات میں بجنسہٖ مل جاتے ہیں مثلاً سلارٹ، پٹلام اور کولمبو کے درمیان، سمندر کا ساحل واقع ہے۔ یہاں ہاتھی بکثرت تھے لیکن پردیسیوں کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ اس کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ شیخ عبداللہ قلانسی ایک مرتبہ سمندر میں سفر کر رہے تھے،

خانقاہ ہے جہاں درویش اور صاحبِ دل وجد میں آتے ہیں اور ان کی نظروں کے سامنے سے اسرار کے پردے اُٹھ جاتے ہیں، بس وہیں مولانا کی قبر ہے۔ اس کے مخروطی گنبد میں سبز اینٹوں کی پچی کاری کی ہوئی ہے، دوسرے جانب سجادہ نشین اور مولانا کے سلسلے کے لوگوں کے مکان ہیں جو جلالیہ یا زیادہ تر مولویہ فرقے کے نام سے مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ علاؤالدین اور شمس تبریزؒ کی یاد میں مولانا نے اس فرقے کی بنیاد ڈالی جو زہد و تقویٰ ذکر و شغل اور صوفیانہ رقص کے لیے مشہور ہے، یہ سلسلۂ باطنی ابتک جاری ہے۔ اس فرقے میں جو شخص داخل ہوتا ہے اُسے چالیس روز تک گلّہ بانی، چالیس روز تک جاروب کشی، چالیس روز تک سقّہ گری، چالیس روز تک فراشی، چالیس روز تک حمّالی، چالیس روز تک طبّاخی، چالیس روز تک گدائی، چالیس روز تک خدمت گزاری اور چالیس روز تک داروغہ گیری کرنی پڑتی ہے۔ پھر غسل دے کر

گناہوں سے توبہ کرائی جاتی ہے اور خانقاہ کا خاص لباس پہنا کر رسمِ جلالی کی تلقین کی جاتی ہے۔ غرض یہ کہ اِن تمام چلّہ کشیوں اور مرحلوں کے طے کرنے کے بعد اُس حلقے میں داخل کیا جاتا ہے۔

مولانا کی تُربت نہایت عُمدہ قسم کے سنگِ موسیٰ کی ہے جس پر چادر پڑی ہوئی ہے۔ زمین پر نہایت قیمتی سلجوقی قالینوں کا فرش ہے۔ چھت پر فانوس اور دیواروں پر شاہی بیش بہا تحائف اور قیمتی اشیاء آویزاں ہیں۔ عرس کے زمانے میں مُعتقدین سے تمام صحن بھر جاتا ہے۔ درویش وسیع سماع خانے میں جمع ہوتے ہیں۔ سب سے آگے سجّادہ نشین یا خلیفہ۔ اُن کے پیچھے مشائخ اور پھر جماعت کے لوگ صف باندھے ہوئے کھڑے رہتے ہیں چند درویش رُباب وغیرہ لیے ہوئے موجود رہتے ہیں۔ قوّالی شروع ہوتی ہے۔ لے میں ڈوبا ہوا ساز، سُروں میں ڈوبی ہوئی آواز اور دقیقہ راگ راگنی کا سوز و ساز اہلِ محفل کی جذبات کو

اپنی طرف کھینچتے رہتا ہے۔ انسان تو کجا در و دیوار پر بھی ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جماعت میں سے ایک درویش دو قدم آگے بڑھ کر سینے پر ہاتھ رکھتا ہے، دوسرا ذرا جھک کر دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے، یہ دیکھتے ہی سب کے سب مست ہو کر رقص شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی آگے بڑھتے ہیں کبھی پیچھے ہٹتے ہیں، کبھی مولانا کی تربت کی طرف سر خم کرتے ہیں، کبھی سجادے صاحب کے سامنے آکر خم ہو جاتے ہیں اور کبھی جھک کر قوال کی طرف بڑھتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جوش و خروش بڑھنے لگتا ہے اور وہ اس قدر تیزی کے ساتھ گردش کرنی شروع کر دیتے ہیں کہ گویا آسمان پر ستارے گھوم رہے ہیں اور تعجب خیز امر یہ ہے کہ کوئی ایک دوسرے سے مطلق نہیں ٹکراتا مگر بقول اقبال مرحوم

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں　　ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

جب مصطفےٰ کمال کا دور دورہ ہوا تو نہ صرف خیالات: قدیم وضع قطع اور رسم و رواج کا قلع قمع

کر کے نئی زندگی شروع کی گئی بلکہ جلالیہ طبقے پر بھی جلال نازل ہوا۔ مولانا کے مزار کی رونق تو بڑھ گئی لیکن درویش اور اُن کا رقص و سرود یک لخت بند ہو گیا۔

مرزا محمد عصمت اللہ بیگ
حیدرآباد دکن

۲۴ دسمبر ۲۹ء

RekhtaDownload.com

بادِ مخالف کے جھونکوں نے کشتی طلاطم میں ڈال دی۔ اہلِ کشتی نے نذر مانی کہ اگر خدا ہمیں اِس خطرے سے نجات دے تو ہم ہاتھی کا گوشت کھانا چھوڑ دیں گے۔ کشتی تو ٹوٹ گئی مگر سب کی جانیں بچ گئیں، یہ تمام لوگ اِس ساحل پر جا پڑے۔ کئی دِن کے بھوکے تھے۔ اتفاقاً ہاتھی کا ایک بچہ ملا یہ لوگ اِس کو بھون کر کھا گئے۔ شیخ اپنی نذر پر قائم رہے۔ جب رات کے وقت سوئے تو ایک ہتھنی آئی وہ ہر ایک کا مُنہ سونگھتی تھی اور جس کے مُنہ سے گوشت کی بُو آتی اُس کو کچل ڈالتی تھی۔ جب شیخ کے پاس پہنچی اور اُن کے مُنہ سے گوشت کی بو نہ آئی تو فوراً اُنھیں سونڈ سے اُٹھا کر پیٹھ پر بٹھا لیا اور چل دی۔ صبح کے وقت ایک شہر کے قریب پہنچی تو معلوم ہوا کہ اُنھوں نے آٹھ دن کا رستہ ایک پہر میں طے کیا ہے۔ چنانچہ وہ رستہ اُنھیں کے نام سے مشہور ہوگیا۔

اس واقعے کو ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں

لکھا ہے اور حیات الحیوان میں دمیری نے یہی حکایت کتاب حلیہ سے نقل کی ہے۔ اس حکایت کو مولانا نے اس طرح شروع کیا ہے۔

آں شنیدستی کہ در ہندوستاں — دید دانائے گروہِ دوستاں
گرسنہ ماندہ، شدہ بے برگ و عور — می رسیدند از سفر از راہِ دور
مہرِ دانائیش جوشید و بگفت — خوش سلامے شاں چو گل بر شگفت
گفت دانم کز تجوع وز خلا — جمع آمد رنجتاں زیں کربلا
لیک اللہ اللہ اے قومِ جلیل — تا نباشد خوردتاں فرزندِ پیل
پیل ہست ایں سو کہ اکنوں می روید — پندِ من از جان و از دل بشنوید

مختصر یہ کہ مثنوی میں صدہا عجیب و غریب قصّے، خرق العادت نقلیں اور تمثیلیں موجود ہیں، جن میں معرفت، حقیقت اور طریقت کے اسرار بیان کیے گئے ہیں کہیں اسلامی عقائد خصوصاً ذاتِ باری، روح، معجزہ، وحی، نبوت اور پادشاہ کل وغیرہ کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے اور متکلمین نے عقلی دلائل سے جو شکوک پیدا کردیے تھے انھیں نہایت خوبی سے

رخ کیا ہے، اور کہیں اسلام کی سادہ زندگی کا نقشہ نہایت ہی موثر پیرائے میں کھینچ کر بتایا ہے جس سے اسلام کی شان و شوکت اور عظمت و جلال کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ پھر مولانا نے مثنوی کا جو عروضی وزن اختیار کیا ہے وہ بھی موسیقیت کے جادو سے لبریز ہے۔ یہ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ اہلِ تصوّف اور اہلِ علم کے سوا عوام الناس بھی جو مثنوی کو بالکل نہیں سمجھتے وہ بھی اس کی سحر طراز موسیقیت کے مسحور ہو جاتے ہیں۔

مولانا کی ذاتی وجاہت اور مثنوی کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ لوگوں کا عقیدہ کئی صدی سے مولانا کے متعلق یہ ہے کہ ع

نیست پیغمبر و لے دارد کتاب

اور مثنوی کے متعلق یہ ہے کہ ع

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مولانائے رومؒ ان تمام اوصاف کے باوجود غضب کے

RekhtaDownload.com

حاضر جواب، بلا کے تیز فہم، پرمذاق، خوش طبع اور نکتہ سنج واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ چند قصوں سے ان کی طبیعت کی لطافت کی اچھی طرح سے وضاحت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ کہیں مجلس سماع گرم تھی، کسی نے شیرینی کے طبق بھیجے لوگ سماع میں مشغول تھے اتفاقاً ایک کتے نے آکر طبق میں منہ ڈال دیا اور مٹھائی منہ میں دبا کر لے چلا۔ لوگوں نے کتے کو مارنا چاہا تو مولانا نے منع کیا اور کہا کہ اُس کتے کی بھوک تم لوگوں سے زیادہ تیز ہے، وہ اپنا حصہ اوّل ہی سے لے کر چل دیا۔

ایک مرتبہ دو شخص آپس میں لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہا تھا اُن میں سے ایک نے کہا کہ اُولعین! تو ایک کہے گا تو دس سُنے گا۔ اتفاق سے مولانا کا اُدھر گزر ہوا۔ آپ نے اُس شخص سے فرمایا کہ بھائی جو کچھ کہنا ہو مجھ سے کہہ لو، مجھ کو اگر ہزار کہوگے تو ایک بھی نہ سُنوگے۔

ایک مرتبہ مریدوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ایک تنگ گلی میں ایک کتا سرِراہ سو رہا تھا۔ جس سے رستہ رُک گیا تھا۔ مولانا وہیں رُک گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ دوسری طرف سے ایک شخص آیا اور اُس نے کُتے کو ہٹا دیا۔ مولانا نہایت آزردہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے ناحق اُس کو تکلیف دی۔

مولانا اُمرا اور سلاطین کی صحبتوں سے کوسوں دُور بھاگتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی امیر نے آکر معذرت کی کہ اشغال سے فرصت نہیں ہوتی اس لیے بہت عرصے سے حاضر نہیں ہوا، معاف فرمائیے گا۔ مولانا نے فرمایا کہ معذرت کی ضرورت نہیں، میں آنے کے بہ نسبت نہ آنے سے زیادہ ممنون ہوتا ہوں۔

ایک دفعہ مُعین الدین پروانہ چند اُمرا کے ساتھ مولانا سے ملنے کے لیے گیا۔ مولانا دیر تک باہر نہیں آئے۔ مُعین الدین کے دل میں خیال گزرا کہ سلاطین اور اُمرا "اولالامر" ہیں اور

RekhtaDownload.com

قرآنِ مجید کی رُو سے ہر شخص پر اُن کی اطاعت فرض ہے
خدا معلوم مولانا کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی تھوڑی دیر کے
بعد باہر آئے اور باتیں کرتے کرتے فرمایا کہ ایک دفعہ
سلطان محمود غزنوی، شیخ ابوالحسن خراسانی کی ملاقات کو گیا۔
درباریوں نے آگے بڑھ کر شیخ کو خبر کی؛ لیکن وہ خبر نہیں ہوئی۔
حسن میمندی جو وزیر تھا اس نے کہا کہ حضرت! قرآن مجید
میں، اطیعوااللہ و اطیعواالرسول و اولی الامر منکم آیا ہے اور
سلطان تو اولوالامر ہونے کے ساتھ عادل اور نیک سیرت
بھی ہے۔ شیخ نے سُن کر فرمایا کہ مجھ کو اطیعوااللہ سے ہی
فرصت نہیں کہ اطیعواالرسول میں مشغول ہوں، تو پھر بھلا اولوالامر
کا کیا ذکر ہے۔

مولانا سراج الدین قونوی بڑے مرتبے کے فاضل تھے، مگر
مولانا سے ملال رکھتے تھے۔ کسی نے اُن سے کہا کہ مولانا
کہتے ہیں کہ میں تہتّر مذہبوں سے متفق ہوں۔ اُنھوں نے اپنے
ایک مستعد شاگرد کو بھیجا کہ مولانا سے پوچھنا کہ کیا واقعی یہ

قول آپ کا ہے؟ اور اگر وہ اقرار کریں تو اُن کی خوب خبر لینا۔ اُس نے بھرے مجمع میں مولانا سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ میرا قول ہے۔ یہ سُنتے ہی بس اُس نے مغلظ گالیاں دینی شروع کر دیں۔ جب وہ چُپ ہوا تو مولانا نے مُسکرا کر فرمایا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں میں اس سے بھی متفق ہوں۔

اوقاف کی مد سے، مولانا کو پندرہ دینار ماہانہ ملتے تھے اور اُس کے معاوضے میں مولانا فتوے لکھا کرتے تھے ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ مولوی صدرالدین کو ہزار دینار وظیفہ ملتا ہے اور آپ کو صرف پندرہ دینار ماہوار ملتے ہیں؟ مولانا نے کہا کہ شیخ کے مصارف بھی تو بہت ہیں اور حق تو یہ ہے کہ یہ پندرہ دینار بھی اُن ہی کو ملنے چاہئیں۔

شیخ نجم الدین رازی جلیل القدر عالم اور مشائخ کبار میں سے تھے۔ ایک مرتبہ سفر کرتے ہوئے روم میں آئے، مولوی صدرالدین قونوی اور مولانائے رومی سے ملاقات ہوئی ایک روز

تینوں ایک ہی مجلس میں تھے، مغرب کی نماز کا وقت آیا۔ دونوں نے شیخ نجم الدین رازی سے امامت کی درخواست کی۔ انھوں نے نماز پڑھائی مگر غلطی سے دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد "قُل یا ایہا الکافرون" کی سورۃ پڑھ گئے۔ نماز ختم ہونے کے بعد مولانا نے مسکراکر مولوی صدرالدین سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار انھوں نے "قُل یا ایہاالکافرون" کی سورۃ تمھاری شان میں پڑھی اور دوسری مرتبہ میری طرف خطاب تھا۔

ایک مرتبہ مُعین الدین پروانے نے ایک بڑے فاضل شخص کو قونیہ کا قاضی بنانا چاہا۔ اُس نے عہدہ قبول کرنے سے پہلے کئی شرطیں کیں، جن میں سے آخری شرط یہ تھی کہ رُباب بجانا قطعی ممنوع کردیا جائے۔ مُعین الدین پروانے نے وہ تمام شرطیں منظور کرلیں مگر چونکہ مولانا رُباب بہت شوق سے سنتے تھے اس لیے یہ شرط منظور نہیں کی۔ وہ فاضل بڑے ضدی تھے، انھوں نے قضاءت کا عُہدہ قبول کرنے سے

انکار کردیا۔ مولانا نے جب یہ واقعہ سُنا تو فرمایا کہ رباب کی ایک ادنیٰ کرامت تو یہی ہے کہ اُس نے ایسے فاضل کو قضاءت کی بلا میں پڑنے سے بچالیا۔

ایک مرتبہ سُلطان ولد نے مولانا سے کہا کہ یہ بات ابتک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تمام صُوفیہ تو آپس میں مل جل کر رہتے ہیں مگر ہمارے حلقے والے خواہ مخواہ آپس میں کیوں لڑتے رہتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ ہزار مرغیاں ایک جگہ رہ سکتی ہیں لیکن دو مُرغ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔

مولانا کے ہم عصر بڑے بڑے اہلِ کمال جلیل القدر عالم اور محقق تھے مثلاً محقق طوسی، یاقوت حموی، ضیا ابن بیطار محدث ابن الاصلاح، شیخ سعدی، اور سکاکی وغیرہ ہیں جنھوں نے مختلف علوم و فنون کو نئے سرے سے ترتیب دیا ہے یا عروج کمال پر پہنچایا ہے اور ان کی تصنیفات دنیائے اسلام اور دیگر ممالک میں ابتک نہایت عظمت کے ساتھ تسلیم کی جاتی ہیں۔

RekhtaDownload.com

اِن کے علاوہ اپنے زمانے کے اکثر مشاہیر سے مولانا کی صحبتیں رہی ہیں۔ چنانچہ نیشاپور میں مولانا، خواجہ فریدالدین عطار سے ملے تھے، طالب علمی کے زمانے میں شیخ محی الدین اکبر سے دمشق میں ملاقات ہوئی تھی، محقق طوسی کے شاگردِ رشید علامہ قطب الدین شیرازی، شیخ سعدی اور اُن کے پیرو مرشد شیخ شہاب الدین سہروردی اور شاہ بوعلی قلندر پانی پتی سے تفصیلی طور پر ملاقاتیں رہی ہیں۔ شیخ صدرالدین قونوی اور نجم الدین رازی سے گہری دوستی تھی اور سب کے سب مولانا کے علم و فضل کے معترف اور اُن کی روحانیت کے معتقد تھے۔

جس طرح مولانا کی زندگی عجیب و غریب رہی اسی طرح اُن کی موت کا بھی عجیب و غریب واقعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ قونیہ میں زلزلہ آیا اور تقریباً تیس چالیس روز تک برابر اُس کے جھٹکے آتے رہے۔

RekhtaDownload.com

لوگوں نے مولانا سے آکر کہا کہ یہ کیا بلائے آسمانی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ زمین بھوکی ہے اور لقمۂ تر چاہتی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ چند روز کے بعد مولانا کا مزاج ناساز ہوا۔ لوگ بیمار پرسی کو آنے لگے۔ کسی صاحب نے کہا کہ خدا آپ کو جلد شفا دے۔ مولانا نے مسکرا کر کہا کہ شفا آپ کو مبارک ہو۔ اب تو عاشق و معشوق میں صرف ایک پیراہن کا پردہ رہ گیا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ پردہ بھی اُٹھ جائے اور نُور میں نُور مل جائے۔ اس کے بعد پھر تو روز بروز مولانا کی حالت خراب ہونے لگی اور آخرکار ۶۷۲ھ مطابق ۱۲۷۳ء میں مولانا نے اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔

مولانا کا مزار مُبارک قونیہ میں ہے اور آج تک بوسہ گاہِ خلائق بنا ہوا ہے۔ ایک انگریز سیّاح لکھتا ہے کہ قونیہ میں سلجوقیوں کے زمانے کی تمام عمارتوں پر

یاس و حسرت اور مردنی چھائی ہوئی ہے مگر مولانائے روم
کے مقبرے پر وہی رونق۔ وہی شان و شوکت او
وہی جاہ و جلال برس رہا ہے جس کی تفصیل ابن بطوطہ
اور دوسرے سیاحوں نے ای
ی ہے۔

یہ ایشیائے کوچک کی تمام عمارتوں سے زیادہ خوبصورت، دلکش اور جاذبِ نظر ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک زبردست وسیع صحن ہے۔ صحن میں سرسبز اور شاداب پھولوں کے تختے اور کیاریاں ہیں جن میں رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں، کہیں ... سربلند کیے کھڑے ہیں، کہیں خوبانیوں کے درخت پھولے ... رنگ پھولوں سے لدے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ درمیان میں ایک نہایت خوبصورت سنگِ مرمر کا فوارہ ہے۔ اس پر بارہ دری
ستونوں میں ... کوٹ کوٹ کر ...

RekhtaDownload.com

RekhtaDownload.com

اللہ سے محبّت

از ہمہ اوہام و تصویرات دُور   نور نورُ، نور نورٌ، نور نور،

(وہ ہمارے وہم اور تصور سے بالکل باہر ہے   وہ تو نور ہے بلکہ نورٌ علیٰ نور ہے)

RekhtaDownload.com

آں یکے را تو ندانی از قیاس — بندگی کن تا ازو گم خا ناسپاس

(تو اُس ذاتِ احد کو عقلی دلیل سے نہیں پہچان سکتا — معرفت مطلوب ہے تو عبادت کر اور بجز اس شکر)

فاعلِ مطلق یقیں بے صورت است — صورت اندر دستِ او چوں آلت است

(خدا تعالیٰ کی قطعاً کوئی صورت نہیں ہے — صورت اس کے ہاتھ میں بطور آلہ کے ہے)

نورِ نورِ چشم خود نورِ دلست — نورِ چشم از نورِ دلہا حاصل است

(اپنی آنکھ کا نور، دل کا نور ہے — آنکھوں کی روشنی دل کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے)

باز نورِ نورِ دل نورِ خدا است — کوز نورِ عقل و حس پاک و جدا است

(دل کے نور کے بعد خدا کا نور ہے — جو عقل اور حس کے نور سے علٰحدہ ہے)

RekhtaDownload.com

چار آدمیوں میں ایک درم

ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درم دیا۔ چاروں کے چاروں مختلف شہروں کے باشندے تھے اور ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف تھے۔ اُن میں ایک ایرانی تھا، دوسرا تُرک، تیسرا عرب اور چوتھا ارمنی۔ ایرانی نے کہا کہ لاؤ اس کے انگور خرید کر چاروں کھالیں اور قصہ ختم کردیں۔ عرب نے کہا کہ میں انگور نہیں کھاتا تم اس کے عنب خریدو، تُرک نے کہا کہ بھائی نہ تو عنب لاؤ اور نہ انگور، اس کے تو "اُوزم" (انگور) خرید لو، ارمنی نے کہا نہ یہ خریدو اور نہ وہ، چلو اس کے "استافیل"

RekhtaDownload.com

خرید لائیں - یہ رائے بھی ناپسند ہوئی - چونکہ وہ ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف تھے، اس لیے چاروں میں جھگڑا شروع ہوگیا اور تُو تُو، میں میں، سے مکّوں اور گھونسوں پر اُتر آئے۔

اگر وہاں کوئی شخص چاروں زبانوں کا جاننے والا ہوتا تو اس جھگڑے کو فوراً اس طرح رفع کردیتا کہ انگور لاکر سامنے رکھ دیتا اور سب کا اختلاف جاتا رہتا، کیونکہ سب کے سب اپنی اپنی زبانوں میں انگور ہی کے لیے جھگڑ رہے تھے۔

صورت ظاہر چہ جوئی اے جواں
رو معانی را طلب اے پہلواں

(اے جوان صورت ظاہر کیا ڈھونڈ رہا ہے
باطن کا پہلوان بن اور معنی کو ڈھونڈ)

درگزر از نام و بنگر در صفات
تا صفاتت رہ نماید سوئے ذات

(ناموں سے گزر کر صفات کی طرف توجہ کر
تاکہ صفات تجھ کو ذات کی طرف رہنمائی کریں)

اختلافِ خلق از نام اوفتاد
چوں بمعنی رفت آرام اوفتاد

(مخلوق میں محض نام کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوگیا ہے
جب معنی میں پہنچے تو آرام ہی آرام ہے)

نتیجہ: خدا کے متعلق تمام فرقوں میں جو اختلاف ہے اس کی بھی یہی کیفیت ہے، گو الفاظ، طریق ادا مخاطب کرنے کا طرز ایک دوسرے سے جُدا ہے لیکن سب کی مراد ایک ہی ذات سے ہے اور سب اِسی کو مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

RekhtaDownload.com

حضرت موسیٰؑ اور چرواہا

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ نے ایک چرواہے کو دیکھا کہ وہ خدا سے مخاطب ہوکر کہ رہا تھا کہ اے خدا تو کہاں ہے، میں تیرا نوکر ہوں تو مجھے ملتا تو میں تیرا مُنہ دُھلاتا، بالوں میں کنگھی کرتا، تیرے سر میں سے جوئیں نکالتا، تیرے جوتے گانٹھتا، تیرے کپڑے سیتا، تیرے ہاتھ پانو چومتا، تُجھ کو گجردم خالص دودھ

دہی، مسکہ، پنیر اور روغنی روٹی کھلاتا۔ اے اللہ میاں

میری تمام بھیڑیں اور بکریاں اور دُنبے تجھ پر سے نثار

ہیں مگر کبھی مجھے اپنی صورت بتادے۔ حضرت موسیٰ

نے فرمایا کہ او بیہودہ، بے ادب، تو خدا سے یہ

باتیں کررہا ہے یا اپنے کسی دوست یا عزیز سے۔

بس خاموش رہ، اگر خدا کی شان میں اس قسم کی

گستاخی کی تو تجھ پر سخت عذاب نازل ہوگا۔

حضرت موسیٰؑ کی زبان سے جب چرواہے نے یہ الفاظ سُنے

تو اُس کا مُنہ فق ہوگیا اور وہ سزا کے خوف سے

کہیں بھاگ نکلا۔

وحیِ آمد سوئے موسیٰ از خدا — بندۂ مارا چرا کردی جدا

(خدا تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ پر وحی نازل ہوئی — کہ تم نے ہمارے بندے کو ہم سے کیوں جدا کردیا)

تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

(تم تو وصل کرنے کے لیے آئے ہو — نہ کہ جدائی ڈالنے کے لیے)

Rekhta Download.com

ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم
(ہر شخص کیلیے ہم نے جداگانہ سیرت قایم کی ہے اور ہر شخص کو ہم نے ایک خاص اصطلاح بخشی ہے)

آتشے از عشق درجاں برفروز سربسر فکر عبارت را بسوز
(جان میں عشق کی آگ روشن کر اور عبارت آرائی کو بالکل آگ لگادے)

موسیا آداب دانان دیگر اند سوختہ جان درد وانان دیگر اند
(اے موسیٰ جاننے والوں کے آداب اور ہیں اور جن کی جان اور روح جل چکی ہے وہ اور ہیں)

خون شہیداں را از آب اولیٰ تر است ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است
(جسطرح شہیدا کا خون پانی سے بہتر ہے اسی طرح یہ خطا سیکڑوں نیکیوں سے بہتر ہے)

در درون قبلہ رسم قبلہ نیست چہ غم ار غوّاص را پاچیلہ نیست
(کعبہ کے اندر قبلہ کی حاجت نہیں ہے غوطہ خور کے پاؤں میں جوتا نہیں تو اس کا کیا غم ہے)

نتیجہ: خدا کے اوصاف اور حقیقت بیان کرنے کے متعلق تمام لوگوں کا یہی حال ہے۔ حکما اور اہل نظر جو کچھ خدا کی ذات اور صفات کے نسبت کہتے ہیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ چرواہا۔ خدا کی نسبت

کہہ رہا تھا۔ اصلی مقصد تو عبادت سے ہے طریق ادا سے کچھ بحث نہیں ہے۔

مچھر اور ہوا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چاروں طرف سے مچھر جمع ہوکر سلیمانؑ کے دربار میں پہنچے اور عرض کی کہ حضور تمام دنیا کی مخلوق کے بادشاہ ہیں اور انسان، حیوان، جن، پری غرض یہ کہ دنیا کی تمام مخلوق کا انصاف فرماتے ہیں۔ خدا کے واسطے ہمارا بھی انصاف کیجیے، ہم نہایت پریشان اور خستہ حال ہیں۔ باغ و راغ، دشت و بیاباں، وادی اور میدان کسی جگہ ہمیں رہنے کا حق نہیں اور صرف تنگ و تاریک گوشوں میں اپنا منہ چھپائے پڑے رہتے ہیں۔

حضرت سلیمان نے فرمایا کہ تم پر کس نے ظلم

کیا ہے اور تم کس کے مقابلے میں انصاف چاہتے ہو
عرض کی کہ ہَوا ہم پر بہت ظلم کرتی ہے اور اُس کے
سبب سے ہم اپنے گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے ہیں۔
فرمایا کہ اچھا جاؤ ہَوا کو پکڑ لاؤ تاکہ اس کے
مواجہ میں تمھارا انصاف کیا جائے۔ مچھّروں نے کہا
کہ حضُور کا فرمانا درست ہے مگر وہ تو معمولی چیز
نہیں ہے جو ہمارا حکم سُن کر آجائے اگر ہم میں اتنی
قوّت ہوتی تو ہم اپنے آپ ہی فیصلہ نہ کر لیتے! ہاں
اگر حضُور چاہیں تو ایک اشارہ پر بلا سکتے ہیں۔ یہ سُن کر
حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم بھیجا کہ جواب دہی کے لئے
حاضر ہو۔ ہوا حکم سنتے ہی حاضر ہوگئی، مگر جوں ہی ہَوا
آئی مچھّر ایک ہی جھکڑ میں غائب ہوگئے۔ حضرت سلیمانؑ
نے اُنھیں بھاگتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اُو مچھّر تو
کہاں جاتا ہے، کھڑا رہ کہ میں تم دونوں کی موجودگی
میں فیصلہ کروں۔ مچھّروں نے عرض کی کہ حضوؐ! اس کے

سامنے بھلا تم کہیں ٹھہر سکتے ہیں وہ تو ہماری جڑ بنیاد تک اُکھاڑ کر پھینک دے گی۔

ہمچنیں جویائے درگاہِ خدا — چوں خدا آمد شود جوینده لا
(یہی حال درگاہ خداوندی کے طالب صادق کا ہے — کہ جہاں تجلیات خدا کا ظہور ہوا وہ فنا ہوگیا)

گرچہ ایں وصلت بقا اندر بقاست — لیک ز اوّل آں بقا اندر فناست
(اگرچہ تیرا وہ وصل بقا در بقا ہے — مگر ابتداء وہ بقا فنا میں ہوتی ہے)

سایہائے کے بود جویائے نور — نیست گردد چوں کند نورش ظہور
(سائے کب نور کے طالب ہوتے ہیں؟ — لیکن جب اس کے نور کا ظہور ہوتا ہے تو وہ معدوم ہو جاتے ہیں)

عقل کے باشد چو باشد سر وہ او — کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ
(عقل کہاں رہ سکتی ہے جب وہ ذات مقدس خود ظہور فرمائے — سوائے اسکے باقی کل فنا ہونے والے ہیں)

اندر ایں محضر خرد ہا شد ز دست — چوں قلم اینجا رسیدہ خود شکست
(اس مقدمہ میں ہمیشہ عقلیں ہاتھ سے جاتی رہتی ہیں — اور قلم یہاں پہنچکر خود ٹوٹ جاتا ہے)

نتیجہ: خالق اور مخلوق میں ہوا اور مچھر کی سی ضد ہے۔ جو خالق کو طلب کرے اُسے چاہیے کہ وہ اوّل اپنی خودی کے احساس کو کھودے۔

RekhtaDownload.com

قافلہ اور سرائے

ایک قافلہ کسی گاؤں میں سے ہوکر گزر رہا تھا۔ موسم تکلیف دہ اور سامان زیادہ تھا۔ دیکھا کہ ایک سرائے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اُن میں سے ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹا کر کہا کہ جاڑا شدّت کا پڑ رہا ہے، اگر اجازت ہو تو ہم لوگ دو چار روز اس سرائے میں ٹِک کر سستا لیں۔ اندر سے آواز آئی کہ ہاں تم یہاں شوق سے داخل ہو سکتے ہو، مگر اپنا مال و اسباب لے کر اندر ہرگز نہ آنا۔ اسباب باہر ڈالو اور تم لوگ خالی ہاتھ اندر چلے آؤ۔

هم برون افگنده هر افگندنیست　　　در میا، با آنکه این مجلس سنی رست

(فضول اسباب پھینک کر اندر آجاؤ　　　کیونکہ یہ ایک پاک محفل ہے)

RekhtaDownload.com

نتیجہ: خدا کے عشق یا معرفت میں اپنی تمام خواہشوں اور ارادوں کو چھوڑ کر داخل ہونا چاہیے۔

اندھیرے گھر میں ہاتھی

چند ہندستانی بازی گر ایک ہاتھی لائے اور اُس کو اندھیرے گھر میں باندھ دیا۔ تماشائیوں کا بڑا مجمع ہوگیا۔ لوگ اُس اندھیرے گھر میں جاتے اور اندھوں کی طرح ٹٹول ٹٹول کر ہاتھی کی وضع قطع معلوم کرتے۔ ایک شخص کا ہاتھ اُس کے کان پر جا پڑا تو وہ کہنے لگا کہ یہ تو بالکل چھاج کے مثل ہے۔ دوسرے کا ہاتھ اس کے پاٗوں پر پڑا تو کہنے لگا کہ میاں! میں تو سمجھتا ہوں کہ ہاتھی تو شہتیر یا کھمبے کی طرح ہوتا ہے۔ تیسرے نے پیٹ پر ہاتھ رکھا تو کہا کہ ہاتھی ایک تخت کی طرح ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جتنے مُنہ اتنی باتیں۔ جس شخص کے

ہاتھ کی رسائی ہاتھی کے جس عضو تک ہوئی، اُس نے اپنی سُوجھ بُوجھ کے مطابق، اُسی مناسبت سے اُس کا نام تجویز کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک شخص کا بیان ایک دوسرے سے مختلف ہوگیا۔

اگر ہر شخص کے ہاتھ میں ایک شمع ہوتی تو جو اختلاف ان کے بیان میں پیدا ہوگئے تھے وہ دُور ہوجاتے اور سب لوگ متفق ہوکر ہاتھی کا ایک ہی مفہوم لیتے۔

از نظرگہ گفت شان شد مختلف
آں یکے دالش لقب داد ایں الف
(اپنی نظرگاہ کے سبب سے ان کا بیان مختلف ہوگیا
کسی نے تو دال کا لقب دیا اور کسی نے الف کا)

درکفِ ہر یک اگر شمع بُدے
اختلاف از گفت شاں بیروں شدے
(اگر ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک شمع ہوتی
تو اُن کے بیان میں جو اختلاف تھا وہ دُور ہو جاتا)

چشمِ حس ہمچو کفِ دست است و بس
نیست کف را بر ہمہ او دسترس
(چشمِ حس ہاتھ کے ہتیلی کی طرح ہے
اور ہتیلی کو پورے جسم پر قدرت نہیں ہے)

چشم دریا دیگر است و کف دگر
کف بہل وز دیدۂ دریا نگر
(چشمہ (روح) اور چیز ہے اور جھاگ اور چیز ہے
کفِ دریا کو چھوڑو دریا کی آنکھ سے دیکھ)

جنبشِ کفہا ز دریا روز و شب | کف ہمی بینی و دریا نے، عجب

(تعجب ہے کہ تو رات دن | کف تو دیکھتا ہے اور دریا نہیں دیکھتا)

آب را آبیست کو می راندش | روح را روحیست کو می خواندش

(اس پانی کا بھی ایک پانی ہے جو اسے چلاتا ہے، | اور روح کی بھی ایک روح ہے جو اسے بلاتی ہے)

نتیجہ: عقل و حس کے ذریعے حق کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ خدا کے دیدار کے واسطے خدا ہی کے نور کی ضرورت ہے۔

RekhtaDownload.com

سچ کی دریافت

دل بیار آمد زگفتارِ صواب — آنچنانکہ تشنہ آرامد ز آب

(سچی بات سے دل کو اسطرح آرام مِلتا ہے — جسطرح کہ پیاسے کو پانی ملنے سے آرام ملتا ہے)

RekhtaDownload.com

تا یکے مُو باشد از تو پیش چشم
(جبتک تیری آنکھ کو بال برابر بھی دنیا دکھائی دیتی رہے گا

در خیالت گوہرے باشد چو شیم
تو، تو موتی کو بھی پتھر سمجھتا رہے گا)

پائے استدلالیاں چوبیں بود
(استدلال کرنیوالوں کا پانو لکڑی کا ہوتا ہے

پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود
اور لکڑی کا پانو بہت بے بھروسہ ہوتا ہے)

خود نباشد آفتابے را دلیل
(آفتاب کے وجود کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی

جز کہ نورِ آفتاب مستطیل
آفتاب کی روشنی خود اسکی دلیل ہے)

سایہ کے بود تا دلیل اُو بود
(سایہ کی کیا ہستی کہ آفتاب کی دلیل بن سکے

ایں بستش کہ ذلیل اُو بود
اس کیلیے یہی بہت ہے کہ وہ آفتاب کا محکوم ہے)

ایک شیخی خورہ اور چربی کا ٹکڑا

ایک شخص پرلے درجے کا جھوٹا اور شیخی خورہ تھا۔ دیکھنے میں تو وہ چکنا چپڑا نظر آتا تھا مگر اُس کا پیٹ ڈھول کی طرح خالی تھا اور اُس میں ہر وقت چوہے قلابازیاں کھاتے رہتے تھے۔ اتفاقاً دُنبے کی چربی کا ایک ٹکڑا کہیں سے اس کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ وہ روزانہ علی الصباح اُس سے اپنے ہونٹ اور مونچھیں چکنی کر کے شہر کے خوش حال لوگوں میں بیٹھا گپیں مارتا رہتا تھا۔ بات بات پر کہتا کہ آج تو ہم نے بڑے تر نوالے کھائے ہیں اور بار بار اپنی چکنی مونچھوں کو تاؤ دے دے کر بتاتا رہتا تاکہ وہ اس کی باتوں کو سچ سمجھیں۔

ایک روز کسی محفل میں بیٹھا ہوا اِسی طرح بے پر کی

اُڑا رہا تھا۔ اتفاقاً اُس کے گھر میں بلّی آئی اور چربی کا ٹکڑا لے کر چل دی۔ بچہ اُس کے پیچھے لپکا مگر وہ جھلانگ مار کر کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ اِس وقت وہ شیخی خورہ باہر بیٹھا ہوا یار دوستوں میں شیخیاں بگھار رہا تھا کہ آج ہم نے یہ کھایا اور آج ہم نے وہ کھایا اور یہ دیکھو کہ یاروں کی مونچھیں اب تک چکنی ہیں۔۔۔ اتنے میں وہ بچہ دوڑتا ہوا باہر آیا اور کہنے لگا کہ ابا جان، جس چربی سے آپ روزانہ اپنی مونچھیں اور ہونٹ چکنے کرتے رہتے تھے، ابھی ایک بلّی آئی اور اُسے منہ میں دبا کر لے بھاگی۔ بچے کے منہ سے یہ بات نکلتے ہی اُس کا چہرہ فق ہوگیا اور لوگوں نے یہ واقعہ سُن کر ایک فرمائشی قہقہہ مارا۔ اس کے بعد، جب لوگوں کو اُس کی مُفلسی اور ناداری کا حال معلوم ہوا تو اُنہیں بہت رحم آیا اور اُس کی امداد کرنے لگے۔ اِس شیخی خورہ نے جب سچ بولنے کا یہ نتیجہ دیکھا تو شیخی اور تکبر سے توبہ کی اور

راستی کو اپنا شعار بنا لیا۔

او چو ذوقِ راستی دید از کرم
بے تکبر راستی را شد غلام

(اس نے جب سچ بولنے پر لوگوں کی مہربانی دیکھی
تو تکبر سے توبہ کی اور راستی کا غلام بن گیا)

نتیجہ: شیخی اور تکبر کا سر نیچا اور سچائی کا بول بالا رہتا ہے۔

شاہِ ترمذ اور اُس کا مسخرہ

کہتے ہیں کہ ترمذ کے بادشاہ کو ایک مرتبہ ایک نہایت ضروری مہم پیش آئی۔ اس نے تمام شہر میں ڈھنڈورا پٹوایا کہ جو شخص تین یا چار روز میں سمرقند جاکر شاہی نامہ کا جواب لائے گا اُسے بے شمار دولت اور خلعت فاخرہ عطا کیا جائے گا۔

بادشاہ کا مسخرہ "دلقک" کسی گانوں میں تھا وہاں اس نے یہ واقعہ سنا تو راتوں رات گھوڑے پر سوار ہو کر

ترمذ کی طرف چلا اور اس قدر سرپٹ گھوڑا دوڑایا کہ شہر پہنچتے پہنچتے نو دس گھوڑے مرگئے۔ وہ آدھی رات کے وقت شہر سے گزرتا ہوا شاہی محل کے قریب پہنچا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر شہر کے لوگوں کے دل دہل گئے۔ ہر شخص نے خیال کیا کہ ہمارے شہر پر ضرور کوئی نہ کوئی بلا نازل ہوئی ہے۔ یا تو کسی نے شب خون مارا ہے یا کسی نے فوج کشی کی ہے، جس کی اطلاع دینے کے لیے دلفک نہایت مضطر و حیران، حواس باختہ اور پریشان راتوں رات بادشاہ کے پاس پہنچا ہے۔ بادشاہ کے محل کے گرد ایک زبردست مجمع جمع ہوگیا، جو شخص دلفک سے کچھ پوچھنا چاہتا، وہ فوراً انگلی منہ پر رکھ کر کہتا کہ خاموش رہو۔ بادشاہ نے یہ ماجرا سنا تو ہاتھوں کے توتے اُڑ گئے، منہ فق ہوگیا۔ گھبراکر، فوراً خواب گاہ سے برآمد ہوا اور دلفک سے واقعہ دریافت کیا تو اس نے اشارہ سے کہا کہ میں ذرا دم لے لوں، جان میں جان

آئے تو کہوں ۔ بادشاہ کو سمرقند کے حکمراں کی طرف سے کھٹکا لگا ہوا تھا ۔ دِلفک کی اس حرکت سے وہ اور زیادہ کھٹک گیا ۔ بادشاہ نے کہا کہ خدا کے واسطے جلد بتا کہ وہ ایسی کیا بات ہے جو تو اِس قدر پریشان نظر آرہا ہے ۔ دِلفک نے سنبھل کر کہا کہ میں نے ابھی اپنے کانوں سے سنا کہ حضور نے منادی کی ہے کہ جو شخص سمرقند جاکر چار روز میں جواب لے آئے گا اُس کو بیش قیمت زر و جواہر اور بہت کچھ انعام و اکرام سرفراز فرمایا جائے گا ۔ اس لیے میں بے تحاشا دوڑتا ہوا حضور کے پاس یہ کہنے حاضر ہوا ہوں کہ یہ کام میری قوت سے باہر ہے اور آپ مجھ سے ہرگز ہرگز یہ اُمید نہ رکھیں کہ میں وہاں جاکر چار روز میں واپس آجاؤں گا ۔ بادشاہ نے یہ سُن کر کہا کہ لعنت ہے تجھ پر اور تیری عقل پر کہ بے وقت آکر تو نے مجھے بھی پریشان کیا اور شہر کے لوگوں میں بھی کھلبلی ڈال دی ۔

RekhtaDownload.com

ہمچو ایں خامان باطبل و علم
کہ اغ خانیم در فقر و عدم

(ان خام مکاروں کی طرح بڑے بڑے طبل و علم لیے پھرتے ہیں
کہ ہم فقر و فنا میں بڑے امام ہیں)

لاف شیخی در جہاں انداختہ
خویشتن را بایزید ے ساختہ

(دنیا میں ڈینگیں مارتے پھرتے ہیں
کہ ہم بڑے بزرگ ہیں اور بایزید وقت ہیں)

ہم ز خود واصل شدہ سالک شدہ
محفلے وا کردہ در دعوی کدہ

(خود ہی سالک بنے اور خود ہی واصل بحق ہو گئے
اور دعوت کدہ میں محفل آرات کر کے بیٹھ گئے)

نتیجہ: جو لوگ حجت اور استدلال سے ذات حق کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں ان کی بھی یہی کیفیت ہے۔ کام کی چیز دیدار ہے جو بے دلیل و معرفت صرف مشاہدے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

ایک شخص اور ہلال عید

حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ پہلی تاریخ کا چاند دیکھنے کے لیے ایک پہاڑی پر گئے۔ کسی نے انگلی سے

بتا کر کہا کہ یا امیرالمومنین! وہ دیکھیے ہلال سامنے نظر آرہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے غور سے دیکھا مگر وہ نظر نہ آیا تو اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ بھئی، میری نظر تم سے زیادہ تیز ہے مگر مجھے ہلال نظر نہیں آتا۔ اچھا زرا تم پانی سے اپنا مُنہ ہاتھ دھو کر پھر اچھی طرح سے دیکھ کر بتاؤ کہ ہلال کدھر ہے؟

اُس شخص نے حضرت کے حکم کے مطابق مُنہ ہاتھ دھو کر جو دیکھا تو واقعی ہلال کہیں نہ تھا، وہ آنکھ جما جما کر دیکھتا تھا مگر نظر نہ آتا تھا۔

اس ماجرے سے وہ سخت پریشان ہوا اور اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ تمھاری آنکھ کے سامنے ابرو کا ایک بال آگیا تھا۔ آسمان اور نظر کے درمیان اُس بال کے حائل ہونے سے تم کو یہ معلوم ہونے لگا کہ ہلال نکل آیا، حالانکہ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

RekhtaDownload.com

چوں یکے مُو کژ شد از ابروئے اُو
شکلِ ماہ تو نمود از مُوئے اُو

(جب ابرو کا ایک بال مڑ کر آنکھ کے آگے آگیا
تو اُس نے ایک ہلال کی شکل بنادی)

چوں یکے مُو کژ شد اُو را راہ زد
تا بدعویٰ لاف دیدِ ماہ زد

(ایک بال ٹیڑھا ہو گیا تو اس نے تمھیں راستے سے بھٹکا دیا
اور تم غلط دعویٰ کر بیٹھے کہ چاند دیکھا)

مُوئے کژ چوں پردۂ گردوں شود
چوں ہمہ اجزات کژ شد چوں بود

(جب ایک بال ٹیڑھا ہو کر آسمان کا پردہ بن جاتا ہے
پھر تمھارے وجود کے تمام اجزا ٹیڑھے ہو جائیں تو کیا حشر ہوگا)

راست کن اجزات را از راستاں
سر مکش اے راست رَو زاں آستاں

(اپنے ٹیڑھے اجزا کو ہمارفوں کی مدد سے سیدھا کرو
اور اس آستانہ سے سرتابی نہ کرو)

نتیجہ: اگر صحیح ادراک اور احساس چاہتے ہو تو جسمانی امراض اور قلبی عیوب کو دور کرو، یہی تمھارے اور صداقت کے درمیان حائل ہیں۔

ایک مخمور ترک اور قوّال

ایک ترک نے علی الصباح شرابِ ارغوانی کے دو چار

RekhtaDownload.com

جام چڑھائے۔ جب دماغ گرمایا اور بے خودی کی کیفیت طاری ہونے لگی تو اُس نے ایک قوّال کو بلا کر گانے کی فرمائش کی۔ قوّال نے محفل کا رنگ دیکھ کر حسب حال ایک غزل شروع کی جس کا مطلع تھا۔

گلی یا سوسنی یا سرو یا ماہی نمی دانم   ازیں آشفتۂ بیدل چہ میخواہی نمی دانم

اس کے علاوہ غزل کے دوسرے شعروں کا بھی یہی مطلب تھا کہ میں نہیں جانتا کہ تو آفتاب ہے یا ماہتاب ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تو بُت ہے یا خدا ہے۔ میں تجھ سے جدا نہیں ہوں اور تو مجھ سے جدا نہیں ہے مگر میں نہیں جانتا کہ تو کہاں ہے اور میں کہاں ہوں۔ غرض یہ کہ ہر شعر اور مصرع میں، میں نہیں جانتا، میں نہیں جانتا کی تکرار تھی۔ ترک تھوڑی دیر تک تو سنتا رہا، پھر جو غصّہ آیا تو اپنے آپے سے باہر ہوگیا فوراً پھلانگ مار قوّال کی طرف جھپٹا اور کہا کہ او بے وقوف جب سے تو آیا ہے میں نہیں جانتا، میں نہیں جانتا کا راگ گائے چلا جا رہا ہے۔ جس چیز کو تو

نہیں جانتا تو پھر دوسروں کو گلا پھاڑ پھاڑ کر کیا سنا رہا ہے۔
ابے کوئی ایسی بات کہہ جس کو تُو اچھی طرح سے جانتا ہو۔
قوّال تھا سمجھدار، ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ حضور، یہ تو خیال کے اظہار کرنے کا ایک شاعرانہ طریقہ ہے۔ اس انکار کے پردے میں اقرار اور نفی سے اثبات حاصل ہو رہا ہے۔
میر نے کہا کہ ارے گدھے، یہ بھی کوئی شاعری میں شاعری ہے یا خیالات کے اظہار کرنے کا کوئی طریقہ ہے کہ میں تجھ سے پوچھوں کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور تو اس کا جواب دے کہ نہ میں ہرات کا رہنے والا ہوں نہ بلخ کا، نہ ہندوستان کا نہ روم کا نہ چین کا نہ عراق و شام کا اور نہ موصل و بغداد کا۔ یا میں پوچھوں کہ تو نے کیا کھایا ہے اور تو جواب دے کہ نہ میں نے شکر کھائی ہے نہ شہد کھایا ہے نہ قند و نبات کھایا ہے نہ دال روٹی کھائی ہے اور نہ مسکہ اور نہ گھی کھایا ہے۔ ابے گدھے یہ بھی کوئی اظہار خیال کا طریقہ اور گفتگو کرنے کا ڈھنگ ہے۔ بات

بڑھانے سے کیا فائدہ جو کچھ کھایا ہو وہ بول اور اپنے وطن کا نام بتا کر قصہ کوتاہ کر۔

مست را چوں دل مزاج اندیشہ شد　　ایں ندانم واں ندانم پیشہ شد

(مست کے دل میں جب تردد پیدا ہونے لگتا ہے　　تو یہ نہیں جانتا وہ نہیں جانتا کہنے لگتا ہے)

ایں ندانم واں ندانم بہر چیست　　تا بدانی آنکہ می دانم کہ کیست

(ارے یہ نہیں جانتا وہ نہیں جانتا کیوں کہتا ہے　　تو جو کچھ جانتا ہے وہ بتا کیا ہے)

نیست ایں و نیست آں ای واگذار　　آنکہ آں ہست است آں را پیش آر

(اس کو چھوڑ کہ یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے　　بلکہ دراصل جو موجود ہے اس کو ہر وقت پیش نظر رکھ)

نفی بہر ثبت باشد در سخن　　نفی بگذار و ز ثبت آغاز کن

(انکار دراصل کسی اقرار کے واسطے کیا جاتا ہے　　تو انکار کو چھوڑ اور اقرار سے بات شروع کر)

نفی بگذار و ہماں ہستی پرست　　ایں بیاموز اے پدر زاں ترک مست

(پس تو انکار کو ترک کر کے اسی موجود کی عبادت کر　　بابا یہ نصیحت اس شرابی ترک سے سیکھ)

نتیجہ: انسان کو پیچیدہ رستہ سے بچ کر سیدھا رستہ چلنا چاہیے اور "نامعلوم" کی الجھنوں میں پڑنے کے بجائے "معلوم" کی حقیقت دریافت کرنی چاہیے۔

چور اور مریض

کہتے ہیں کہ رات کے وقت ایک چور کسی گھر کے پیچھے بیٹھا ہوا نقب لگا رہا تھا۔ گھر میں ایک سوتا جاگتا نیم خواب پڑا ہوا تھا۔ کھٹ کھٹ کی آواز سن کر آہستہ سے کوٹھے پر پہنچا اور منڈیر پر سے سر جھکا کر پوچھا کہ بابا تم کون ہو اور آدھی رات کو دیوار کے پیچھے بیٹھے ہوئے کیا کر رہے ہو؟

چور نے جواب دیا کہ میں ڈھنڈورا پیٹنے والا ہوں اور اس وقت یہاں بیٹھا ہوا ڈھول بجا رہا ہوں۔ بیمار نے کہا مگر تمھارے ڈھول کی آواز تو سنائی نہیں دیتی۔ چور نے جواب دیا کہ وہ آواز کل سن لینا۔

من چو رفتم لشنوی بانگ دہل آں زماں واقف شوی بر خبر و کل
(میرے جانے کے بعد ڈھول کی آواز سنائی دے گی اُسوقت تو پوری طرح تفصیل سے واقف ہو جائے گا)

در غلط افتادۂ اے نیم خام پختہ شو در آتشِ حق والسّلام

(اے خام کار تو غلط رستے پر پڑا ہوا ہے اللہ کے عشق کی آگ میں خود کو پختہ کر اور بس)

نتیجہ : معمولی انسان زندگی بھر وہم و خیال میں گرفتار رہتا ہے، مرنے کے بعد اصل حقیقت ظاہر ہوتی ہے ۔

ایک بہرا اور بیمار

RekhtaDownload.com

ایک مرتبہ ایک بہرا شخص پڑوسی کی عیادت کے لیے گیا ۔ رستے میں اُس نے سوچا کہ بیماری کی وجہ سے اُس کی آواز تو بہت کمزور ہو گئی ہو گی، پھر میں اُس کی آواز کیونکر سُن سکوں گا ۔ اس لیے پہنچنے سے پیشتر اُس نے سوال و جواب گھڑ لیے اور پہلے ہی سے اپنے دل میں پوری گفتگو کا ایک خاکا ڈال لیا کہ میں وہاں پہنچنے کے بعد اُس کے پاس بیٹھوں گا ۔ پھر دریافت کروں گا کہ اب تمھارا کیا حال ہے؟ وہ لامحالا یہی جواب دے گا کہ اب خدا کے فضل سے رُو بہ صحت ہوں،

تو میں کہوں گا کہ خدا کا شکر ہے۔ پھر پوچھوں گا کہ غذا کیا کھاتے ہو؟ تو وہ ضرور کہے گا کہ یہی کوئی ہلکی سی چیز مثلاً مونگ کی دال کا پانی وغیرہ۔ تو میں کہوں گا کہ غذا تو بہت ہی اچھی ہے، خدا رچائے پچائے۔ پھر پوچھوں گا کہ علاج کس کا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ فلاں حکیم کا۔ تو میں کہوں گا کہ سُبحان اللہ! وہ تو نہایت مبارک قدم ہے، جہاں جاتا ہے لوگوں کو شفا ہوتی ہے، انشاء اللہ آپ کو بھی فائدہ ہوگا۔

اِن قیاسی سوال و جواب کا مسوّدہ بنا کر وہ مریض کے گھر پہنچا اور سرہانے بیٹھ کر اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ مریض کے دل میں پہلے ہی بہرے کی طرف سے بخار بھرا ہوا تھا۔ بہرے نے سر سہلاتے سہلاتے آہستہ سے پوچھا کہ اب کیا حال ہے؟ مریض نے جل کر کہا کہ مر رہا ہوں۔ بہرہ بولا کہ خدا کا شکر ہے۔ مریض کو یہ الفاظ بُرے معلوم ہوئے۔

بہرے نے اپنے پروگرام کے موافق پھر پوچھا کہ بھائی آج کل کیا کھا رہے ہو؟ مریض نے جواب دیا کہ زہر۔ بہرے نے

کہا کہ غذا تو نہایت ہلکی، زود ہضم اور بہت مُفید ہے۔
خدا رچائے پچائے۔ مریض یہ سُن کر اور بھی کڑوا گیا۔
بہرے نے پھر پوچھا کہ علاج کس کا کر رہے ہو؟ مریض
نے جل کر کہا کہ ملک الموت کا۔ بہرے نے مُسکراتے ہوئے
کہا کہ سُبحان اللہ! وہ تو نہایت مبارک قدم اور دستِ شفا
رکھتے ہیں۔ آپ کو تو گھر بیٹھے ایسا اچھا تجربہ کار طبیب
مِل گیا۔ میں بھی اس وقت اُن ہی کے پاس سے چلا آرہا
ہوں اور آتے آتے تمھاری سفارش بھی کر آیا ہوں تاکہ
نہایت توجہ سے تمھارا علاج کریں۔
یہ کہہ سُن کر بہرے صاحب تو واپس تشریف لے آئے
اور اپنے دل میں سمجھے کہ میں نے بڑا تیر مارا اور حقِ ہمسائگی
ادا کیا مگر یہ خبر نہ ہوئی کہ اپنے بہرے پَن کے ہاتھوں
اُس نے بیمار کے دل میں مخالفت کی آگ بھڑکا دی ہے۔

ایں قیاسِ خویش را رو ترک کن کز قیاست نو شود ریشِ کہن

(اس قیاس کو چھوڑ اور کسی بزرگ سے مشورہ کرو تمھارے ذاتی قیاس سے تمھارا زخم نا سُور بن جائے گا)

RekhtaDownload.com

گوشِ حسّ تو بحرف ادر خورست | داں کہ گوشِ عیب گیرے تو کراست
(اگر تمھارا گوشِ حس ادراک کی قابلیت رکھتا ہے | تو جان لو کہ تمھارا غیب کی بات سننے والا کان بہرا ہے)
اوّل آں کس کایں قیاسک ہا نمود | پیشِ انوارِ خدا ابلیس بود
(اور جس نے اوّل اس قسم کا بیہودہ قیاس کیا | انوارِ خدا کے مقابلے میں وہ ابلیس تھا)

نتیجہ: قیاس پر کام نہ چلاؤ، اگر کسی سے سلوک کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے کو اُس کا اہل بناؤ۔

ایک اندھا پکار پکار کر کہتا پھرتا تھا کہ میں دُہرا اندھا ہوں

کہتے ہیں کہ ایک اندھا بازار میں پکار پکار کر کہتا پھرتا تھا کہ میں دُہرا اندھا ہوں، لِلّٰہ مجھ پر رحم کرو۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ بظاہر تو ہم تجھ میں ایک ہی اندھاپن دیکھ رہے ہیں دوسرا اندھاپن ہمیں نظر نہیں آرہا ہے، وہ

کیا ہے ذرا ہم سے بیان کر۔

اُس نے جواب دیا کہ حضور، ایک تو میں آنکھوں سے اندھا ہوں اور دوسرے میری آواز بہت ہی زشت اور خراب واقع ہوئی ہے۔ اوّل تو مخلوق میرے اندھے پن سے نفرت کرتی ہے، دوسرے میری آواز سے متنفر ہے۔ چونکہ مجھ میں بدآوازی اور اندھاپن دونوں موجود ہیں اس لیے میں خود کو دُھرا اندھا کہتا ہوں۔

کرد نیکو چوں بگفت اُو راز را لُطفِ آواز دلش آواز را
(جب اُس نے یہ راز بیان کیا تو اُس کی قلبی آواز کی خوبی نے ہی ظاہرا آواز کو بھی خوشگوار بنا دیا)

وانکہ آوازِ دلش ہم بد بود آں سہ کوری زشتیِ سرمد بود
(اور جس کے دل کی آواز بھی بُری ہو وہ ہمیشہ کے لیے تین طرح اندھا ہوتا ہے)

چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد اُو دلِ سنگیں دلاں چوں مُوم شد
(جبکہ اس کی آواز خوشگوار اور قابلِ رحم بن گئی تو اس سے سنگ دل لوگوں کے دل موم ہو گئے)

نتیجہ: جو شخص اپنے عیبوں کا اعتراف کرتا ہے اُس پر ہر ایک کو رحم آجاتا ہے۔

RekhtaDownload.com

خچّر اور اُونٹ

ایک مرتبہ ایک خچّر نے کسی اُونٹ سے جاکر کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض اوقات سڑک پر چلتے چلتے میرے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور اکثر و بیشتر ٹھوکر کھاکر گر پڑتا ہوں۔ خصوصاً پہاڑیوں پر سے تو قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آ رہتا ہوں پاؤں پھسلتے ہیں، زانو زمین پر ٹک جاتے ہیں، مُنہ ٹیلے پر رگڑے کھاتا رہتا ہے، بوجھ پیٹھ پر سے کھسک کر گردن پر آجاتا ہے اور خوگیر نیچے لٹک پڑتا ہے۔ پھر ایک طرف تو یہ واقعہ پیش آتا ہے اور دوسری طرف خچّر والا ڈنڈے پر ڈنڈے بجانے شروع کردیتا ہے۔ مگر تجھ میں وہ کیا کرامت ہے جو ان تمام مصیبتوں سے آزاد ہے۔

اُونٹ نے کہا کہ اگرچہ یہ سعادت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، مگر اے خچّر مجھ میں اور تجھ میں زمین و آسمان کا

فرق ہے : میرا سر بلند ہے، آنکھیں اونچی ہیں، پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوتا ہوں تو دامن کا حال دیکھ لیتا ہوں، پھر پہاڑی مُقام ہو یا میدان، جنگل ہو یا ریگستان کفِ دست کی طرح سامنے رہتا ہے اور میلوں تک چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ میری نظروں کے سامنے کھیلتا رہتا ہے۔ مگر تیرا قد پست ہے، گردن کوتاہ ہے اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہیں، اس لیے تیری نظر، تیرے پاؤں سے آگے بڑھنے نہیں پاتی۔ اس کے علاوہ دوسری ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ میری خِلقت زیادہ پاک اور لطیف ہے اور آنکھیں زیادہ روشن ہیں، اس لیے میں گمراہ نہیں ہونے پاتا۔ مگر تیری خِلقت کثیف اور آنکھیں تاریک ہیں اس لیے تُو قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔

اونٹ کے مُنہ سے یہ باتیں سُن کر خچر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، تھوڑی دیر تک روتا رہا، پھر نہایت ادب سے کہنے لگا کہ اے اللہ جلِّ شانہٗ کے برگزیدہ

بزرگ اگر آپ اپنی سرداری، عالی نظری اور بلند ہمتی سے مجھ کو بھی اپنی خدمت میں رکھیں تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ اونٹ نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے جب تو نے میرے سامنے اپنی کمزوریوں کا اقرار کرلیا تو سمجھ لے کہ گویا تو نے دُنیا کی تمام مصیبتوں سے نجات پالی۔

آں بدی عاریتی باشد کہ او — آرد اقرار و شود او توبہ جو
(وہ بدی عارضی ہوتی ہے کہ انسان جرم کا — اقرار کرے اور توبہ کا متلاشی ہو)

رو کہ اکنوں دست در دولت زدی — در فگندی خود بہ بخت سرمدی
(جا کہ تو نے لازوال دولت حاصل کرلی — اور خود کو دولت سرمدی میں جا ڈالا)

خار را از چشم دل گر بر کنی — چشم جاں را حق بہ بخشد روشنی
(اگر دل سے لذت جسمانی کے کانٹے کو باہر پھینک دے — تو تیری رُوح کی آنکھ کو خدا تعالیٰ روشنی بخشے گا)

خار خور تا گل برو ماند ترا — چشم تو روشن شود جاں با صفا
(کانٹے کھا کہ وہ تیرے واسطے پھول پیدا کرے — اور تیری آنکھیں روشن اور رُوح صفا ہو جائے)

چشم روشن کن ز خاک اولیا — تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا
(اولیائے کرام کی خاک سے اپنی آنکھ روشن کر — تاکہ تو ابتدا سے انتہا تک دیکھ سکے)

RekhtaDownload.com

چشمِ اُشتر زاں بود بس نوع رباز · کہ خورد از بہرِ نورِ چشم خار

اونٹ کی آنکھ اس وجہ سے زیادہ روشن ہوتی ہے کہ وہ آنکھوں کی روشنی بڑھانے کو صرف کانٹوں پر قناعت کرتا ہے

نتیجہ: اپنی کمزوری اور پستی کا اعتراف بڑی چیز ہے جب کہیں جاکر کاملوں کی صحبت کا اثر ہوتا ہے۔

ایک مولوی صاحب اور گرہ کٹ

Rekhta Download.com

کہتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب نے بہت سا گودڑ جمع کرکے اپنے عمامے میں بھر لیا تاکہ کسی محفل میں جائیں تو ان کی پگڑی رعب دار نظر آئے۔ عمامے کا بالائی کپڑا نہایت عمدہ تھا، اس لیے وہ بظاہر حُلّۂ بہشتی معلوم ہوتا تھا مگر اندر منافق کے دل کی طرح ہزاروں عیب بھرے ہوئے تھے۔

ایک روز مولوی صاحب گجردم اُٹھے۔ عمامہ اپنے سر پر رکھا اور مدرسے کا رُخ کیا تاکہ لوگ اُن کے پگڑ کی عزّت کرکے معقول نذرانہ پیش کریں۔ رستے میں ایک گرہ کٹ

بڑی دیر سے گھات لگائے بیٹھا تھا کہ مولوی صاحب
آئیں تو انھیں اپنے ہاتھ کی صفائی بتاؤں۔ یک بیک
مولوی صاحب دکھائی دیے اور جب پاس سے ہو کر
گزرے تو وہ اٹھا اور آہستہ سے اُن کے سر پر سے
پگڑی اُچک کر چلتا بنا۔ مولوی صاحب نے چلّا کر کہا کہ
ارے میاں! تم جو ایسے تیز تیز اُڑے چلے جا رہے ہو،
پہلے اُس نعمتِ غیر مترقبہ کو بھی کھول کر ایک نظر تو ڈال لو
پھر میری طرف سے اجازت ہے تم خوشی سے لے جاؤ۔

گرہ کٹ نے بھاگتے بھاگتے جو اُس کو کھولا تو اندر سے
ہزاروں چیتھڑے برآمد ہوئے جو رستے میں گرتے ہوئے
چلے جا رہے تھے۔ اُس کو اتنے بڑے عمامے میں سے صرف
ایک گز کے قریب پُرانا کپڑا ملا۔ اُس نے نہایت غصے سے
اُس کپڑے کو زمین پر دے مارا اور کہا کہ لعنت ہو
او مکّار! یہ کیا فریب اور دھوکا بازی ہے کہ تو نے
اِس ناقص اور ناکارہ شے کی بدولت میرا اِس قدر

قیمتی وقت ضائع کیا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہاں، میں نے واقعی دوسروں کو فریب اور دھوکا تو ضرور دیا مگر تجھ کو اصل واقعے کی اطلاع دے کر پوری حقیقت سے آگاہ کر دیا۔

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت — عیبِ خود را بانگ زد با جملہ گفت
(اسی طرح (عمامہ کی طرح) دنیا بھی خوش نما نظر آتی ہے — مگر سب اپنے عیوب با آوازِ بلند کہہ رہی ہے)

اندر ایں کون و فساد اے اوستاد — آں دغل کون و نصیحت آں فساد
(کہ اے استاد! اس عالم کون و فساد میں — کون کو دھوکا اور فساد کو نصیحت سمجھ)

کون می گوید بیا من خوش پیم — واں فسادش گفتہ رَو من لاشیم
(کون کہتا ہے کہ میری طرف آ میں مبارک قدم ہوں — اور فساد کہتا ہے جا میری طرف نہ آ میں کوئی چیز نہیں ہوں)

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب — مرگِ اورا یاد کن وقتِ غروب
(دن کو تو نے آفتاب کی خوبصورتی دیکھ لی — لیکن غروب کے وقت اس کی موت کو بھی یاد کر)

طوقِ زریں و حمائل ہیں ہلہ — غلّ و زنجیری شدست و سلسلہ
(یہ دنیا کا زریں طوق اور حمائل — زنجیر اور بیڑیاں نظر آتی ہیں)

حاصل آنکہ دُرُ خول دُور اِیاب   در نگر واللہُ اعلم بالصّواب

(حاصل کلام یہ کہ ہر چیز کی آمد و رفت پر غور کرتے رہو   باقی حقیقت حال تو خدا ہی خوب جانتا ہے)

نتیجہ: دنیا دُور سے بھلی لگتی ہے مگر جب غور سے دیکھو تو اُس میں عیبوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

طُوطی اور بقّال

ایک بقّال نے خوش رنگ طوطی پال رکھا تھا جو اُس کی موجودگی میں تو گاہکوں سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا۔ اور غیر موجودگی میں دُکان کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ ایک روز بقّال گھر گیا ہوا تھا، دکان میں ایک بلّی پہنچی اور ایک موٹا سا چوہا دیکھ کر شکار کے لیے جھپٹی۔ طوطی نے جو بلّی کو جھپٹتے ہوے دیکھا تو مارے خوف کے سرد ہوگیا اور ہاتھوں کے توتے اُڑ گئے۔ بس اپنی جان بچانے کو ایسا بدحواس ہوکر بھاگا کہ روغنِ بادام کی بوتلیں لُڑھکا دیں۔ تھوڑی

Rekhta Download.com

دیر کے بعد بقال گھر سے واپس آیا تو دیکھا کہ ساری دُکان تیل سے چپ چپ ہے، شیشے ہر طرف لڑھکے پڑے ہیں۔ خیال کیا کہ یہ سب طوطی کی کرامت ہے، ایک کہی نہ دو، طیش میں آکر ایک ایسا دھول رسید کیا کہ اُس کے تمام سر کے بال جھڑ گئے اور ٹانٹ گنجی ہو گئی۔

طوطی کو اپنے مالک کی اِس حرکت سے اس قدر صدمہ ہوا کہ اُس روز سے بُولیاں بُولنی چھوڑ دیں۔ اُس کی خاموشی سے دُکان پر بھی سنّاٹا چھا گیا، گاہکوں نے بھی آنا جانا کم کر دیا اور بیوپار پر بُرا اثر پڑنے لگا۔ اب تو بقّال کے پیٹ میں چُوہے دوڑے۔ وہ اپنی حماقت پر پشیمان ہو کر سُوچا کرتا تھا کہ اب کیا تدبیر اختیار کرے۔ کبھی تو وہ طوطی کو مناتا، کبھی پُچکارتا، کبھی جوش میں لانے کے لیے آئینہ بتاتا، کبھی طرح طرح کی تصویریں دکھاتا، مگر نہ تو کوئی حکمت کارگر ہوتی تھی اور نہ طوطی اپنی زبان کھُولتا تھا۔

چند روز کے بعد اتفاقاً اُدھر سے ایک گدڑی پوش

فقیر گزرا جس کا سر توڑی کی طرح صاف اور آئینے کی طرح شفّاف نظر آرہا تھا۔ طوطی نے اُسے دیکھا تو بے ساختہ آواز لگاکر بولا کہ ارے بھائی گنجے! تم گنجوں میں کدھر آ نکلے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی شاید روغنِ بادام کی بوتلیں لڑھکادیں جو تمھارے مالک نے دھولیں مار مار کر تمھاری کھوپڑی کی یہ گت بنادی ہے۔

از قیاسش خندہ آمد خلق را | کو چو خود پنداشت صاحب دلق را
(طوطی کے قیاس پر لوگوں کو ہنسی آئی | کہ اس نے کمبل پوش کو اپنا جیسا خیال کرلیا)

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر | گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
(مقدس لوگوں کے افعال کو اپنے پر قیاس مت کرو | اگرچہ کہ لکھنے میں شیر اور شِیر کی ایک شکل ہے)

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد | کم کسے ز ابدالِ حق آگاہ شد
(ایک عالم اسی سبب سے گمراہ ہے | اور بہت کم لوگ اولیا اللہ سے واقف ہیں)

ہمسری با انبیا برداشتند | اولیا را ہمچو خود پنداشتند
(جو ہمسری انبیا سے کرنے لگے | اور اولیا کو اپنے جیسا جاننے لگے)

نتیجہ: اولیا اللہ سے ہمسری کا دعویٰ نہ کرو اور مقدس لوگوں کے افعال کو اپنے افعال پر چسپاں نہ کرو، ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے۔

RekhtaDownload.com

بڑائی کی وجہ

آدم اُصطرلابِ اوصافِ علوست　　وصفِ آدم مظہرِ آیاتِ اُوست

(انسان بلند اوصاف کا اُصطرلاب ہے　　انسان خدا تعالیٰ کے اوصاف کا مظہر ہے)

RekhtaDownload.com

آدمی سرشتہ از یک مشتِ گِل — برگزشت از چرخ و از کوکب بہ دل

(آدمی جس کا خمیر ایک مشتِ خاک ہے — وہ محض دل کی بدولت آسمان اور ستاروں سے بلند ہے)

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک — نقشہا بینی بروں از آب و خاک

(دل کا آئینہ جب پاک و صاف ہو جائے — تو تم کو ایسے نقش نظر آئیں گے جو آب و خاک سے پاک ہیں)

حاش للّٰہ تو برونی زین جہاں — ہم بوقتِ زندگی ہم، بعد ازاں

(حاش للّٰہ، تو اِس جہان سے باہر ہے — زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی)

اینت خورشید نہاں در ذرّہ — شیر نر در پوستینِ برّہ

(تو آفتاب ہے جو کہ ذرّہ میں پوشیدہ ہے — اور شیر نر ہے جو کہ بھیڑ کی کھال میں چھپا ہوا ہے)

RekhtaDownload.com

بادشاہ اور فقیر

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ نے اثنائے گفتگو میں کسی بزرگ سے کہا کہ آپ مجھ سے کوئی چیز طلب فرمائیں، اُنھوں نے کہا کہ اے بادشاہ، تجھ کو شرم نہیں آتی کہ تو مجھ سے ایسی ذلت کی توقع کرتا ہے حالانکہ میرے دو ادنیٰ غلام تجھ پر حکومت کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ دو غلام کون ہیں؟ فرمایا کہ ایک تو غُصّہ اور دوسرے حرص۔ یہ دونوں میرے غلام ہیں اور تو ان دونوں غلاموں کا غلام ہے۔

حرص چوں خورشید را پنہاں کند | چہ عجب گر شیت بر برہاں کند
(حرصِ جبکہ آفتاب کو بھی چھپا دیتی ہے | تو تعجب نہیں کہ وہ دلیل کو بھی پسِ پُشت ڈال دے)

نتیجہ: حقیقی بادشاہ وہی ہے جس کا حرص اور غصّے پر قابو ہو۔

اُونٹ بیل اور دُنبہ

ایک مرتبہ ایک اونٹ، ایک بیل اور ایک دُنبہ تینوں کے تینوں چلے جا رہے تھے۔ رستے میں ایک گھاس کا پُولا پڑا ہوا مِلا۔ دُنبے نے کہا اگر ہم اُسے آپس میں تقسیم کریں گے تو یقیناً کسی ایک کا بھی پیٹ نہ بھرے گا۔ اس لیے بہتر تو یہ ہے کہ ہم سب میں جس کی عُمر سب سے زیادہ ہو وہ اس کو اکیلا کھالے۔

تینوں نے مِل کر کہا کہ دوستو، جب ہم سب کے درمیان اِس مُعاملے میں اتفاق رائے ہوگیا ہے تو سب اپنی اپنی سندیں پیش کریں، جو سب سے زیادہ قدیم اور ذی مرتبہ ثابت ہو وہی اِس گھاس کا مُستحق ہے۔

دُنبے نے کہا کہ میں ایک زمانے میں حضرت اسمٰعیلؑ کی

قربانی کے دُنبے کے ساتھ چرا کرتا تھا۔ بیل نے کہا کہ میں اُس بیل کا جوڑ ہوں جو حضرت آدمؑ نے کھیتی باڑی کرنے کے لیے ہل میں جوتا تھا اور آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے مجھے زمین جوتنے کے کام پر لگایا تھا۔

جب اونٹ نے دُنبے اور بیل کی یہ عجیب و غریب باتیں سُنیں تو سر جھکا کر گھاس کا پُولا اٹھایا اور آہستہ سے اُسے ہوا میں بلند کرکے کہا کہ مجھے کوئی سند وند پیش کرنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ جب ایسا تن و توش اور اس قدر بلند گردن قدرت نے مجھے عطا فرمائی ہے تو میں قدامت اور شرافت دونوں میں تم پر سبقت رکھتا ہوں۔

جُملہ گاں دانند کایں چرخِ بلند ہست صد چنداں کہ ایں خاکِ نژند
(یہ سب جانتے ہیں کہ یہ بلند آسمان اس پست و ذلیل خاک سے سوگنا ہے)

کو کشادِ قلعہائے آسماں کو نہادِ بُقعہ ہائے خاکِ داں
(کہاں آسمانی قلعوں کی رفعت اور بلندی اور کہاں اس خاک کے بُقّوں کی پستی)

نتیجہ: فضیلت زبانی جمع و خرچ کے بجائے عمل سے

ثابت ہوتی ہے ۔

ایک محتسب اور شرابی

ایک دفعے کا ذکر ہے کہ ایک مُحتسب، رات کے وقت گشت کرتا ہوا کسی مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک شرابی نشہ میں چُور ایک دیوار کے پاس چاروں شانے چت پڑا ہوا ہے۔ مُحتسب نے اُسے اُٹھا کر پوچھا کہ تو نے کیا چیز پی ہے جو تیری یہ گت بنی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ اِس مٹکے میں جو چیز ہے وہی میں نے پی ہے۔ پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ جو میں نے پی ہے۔ مُحتسب نے کہا کہ وہ تو مخفی ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ بس وہی میں نے بھی پی ہے۔

غرض یہ کہ مُحتسب تابڑتوڑ سوال پر سُوال کرتا رہا اور وہ اُس کو تُرکی بہ تُرکی جواب دیتا چلا گیا۔ آخرکار مُحتسب نے

پریشان ہوکر کہا کہ اچھا تو آہ تو کر (تاکہ وہ منہ کھولے اور یہ اس کے منہ کی بو سونگھ لے) مگر بجائے آہ کرنے کے شرابی ہو ہو کرنے لگا۔ محتسب نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ تو آہ کر؟ شرابی نے کہا کہ میں تو اس وقت مست اور مگن ہوں اور تو شہر کے غم میں ڈوبا ہوا ہے، اس لیے آہ تو کر، مجھ پر کیا مصیبت پڑی کہ میں آہ کروں۔ محتسب نے کہا کہ اچھا اب تو اٹھ اور جیل خانہ کی سیر کر۔ شرابی نے کہا کہ محتسب صاحب، اب آپ اپنے گھر کا رستہ لیجیے اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیجیے۔ اگر مجھ میں چلنے کی طاقت ہوتی تو یہاں کیوں پڑا رہتا، اپنے گھر ہی نہ چلا جاتا۔

من اگر باعقل و با امکانمے — ہمچو شیخاں بر سرِ دوکانمے

(اگر میں عقل اور قدرت رکھتا — تو شانخوں کی طرح دکان پر بیٹھا ہوتا)

گر مرا رائے و تدبیرے بودے — ہمچو شیخاں جاہ و توقیرے بودے

(اگر مجھ میں عقل اور تدبیر ہوتی — تو شانخوں کی طرح میری بھی توقیر ہوتی)

نتیجہ: اہلِ عشق ہر وقت سرشار اور مگن رہتے ہیں

وہ کبھی اہلِ عقل کی تقلید نہیں کرتے۔

مجنوں اور لیلیٰ کا کُتّا

کہتے ہیں کہ مجنوں ایک کُتّے سے بے حد مُحبّت کرتا تھا، کبھی اُس کے پاؤں پر سر رکھتا، کبھی مُنہ چُومتا، کبھی اُس کے سر کو بوسہ دیتا اور کبھی اُس کے گرد اس طرح چکّر لگاتا کہ گویا کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔

ایک بے وقوف نے یہ حرکتیں دیکھ کر اُس سے کہا کہ او دیوانے! یہ تو اس تھُوتھنی سے ناپاک چیزیں کھاتا ہے، زبان سے غلیظ مقامات کو چاٹتا ہے اور تو اُس کے چٹاچٹ بوسے پر بوسے لے رہا ہے۔ مجنوں نے کہا کہ تُو تو نرا جاہل اور کاٹھ کا اُلّو ہے، ارے بے وقوف اِسے میری آنکھ سے دیکھ، یہ کُتّا نہیں ہے بلکہ اُس حکیمِ مطلق کا بنایا ہوا ایک طلسمی پُتلا ہے۔ یہ تو لیلیٰ کی گلی کا پاسبان

ہے۔ جو غیروں کو اُس طرف بھٹکنے نہیں دیتا۔ اُس کی ہمّت اور اُس کی عقل و تمیز کو تو دیکھ کہ اُس نے کہاں رہنا اختیار کیا ہے۔ یہ باوفا کُتّا میرا عزیز ہے، میرا گلعذار ہے، میرا ہمدرد اور رفیقِ کار ہے۔

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم — خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم
(جو کتا اس محبوبِ حقیقی کی گلی میں مقیم ہو گیا — اُس کے پانو کی خاک شیروں سے زیادہ قابلِ عظمت ہے)

آں سگے کہ باشد اندر کوئے اُو — من بشیراں کے دہم یک موئے اُو
(جو کُتّا اس کی گلی میں رہتا ہو — میں اس کا ایک بال بھی بڑے بڑے شیروں کے عوض نہ دوں گا)

اے کہ شیراں مر سگانش را غلام — گفت امکاں نیست خامش والسلام
(وہ ذات جس کے کتوں کے غلام شیر ہیں — ان کے اوصاف بیان کرنا ممکن نہیں، خاموش رہنا بہتر ہے)

گر ز صورت بگذرید اے دوستاں — جنت است و گلستاں در گلستاں
(اے دوستو! اگر اپنی صورت چھوڑ دو — تو پھر جنت میں جنت اور باغ میں باغ ہے)

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی — ہمچو حیدر بابِ خیبر بر کنی
(پھر تو ہر صورت کو اس کے بعد توڑ دے گا — اور حضرت علیؓ کی طرح بابِ خیبر اکھاڑ پھینکے گا)

نتیجہ: عاشقانِ خدا گرد و غبار میں اٹے رہتے ہیں

RekhtaDownload.com

دُنیادار اُن سے نفرت کرتے ہیں مگر اللہ والے اُن کے گرویدہ رہتے ہیں۔

ایک دہقانی اور واعظ

ایک دہقانی نے واعظ سے پوچھا کہ حضرت، ایک پرندہ شہر کی فصیل پر بیٹھا ہوا ہے، بھلا بتائیے کہ اُس کے سر اور دُم میں سے کون سا حصّہ زیادہ بہتر اور افضل ہے۔ واعظ نے جواب دیا کہ اگر اُس کا مُنہ شہر کی جانب ہے اور دُم گاؤں کی طرف، تو سمجھ لو کہ اُس کا منہ دُم سے افضل ہے اور اگر اُس کی دُم شہر کی طرف ہے اور مُنہ گاؤں کی جانب ہے تو سمجھو کہ اُس کی دُم مُنہ سے بہتر ہے۔

مُرغ با پر می پرد تا آشیاں | پرِ مردم ہمت است اے مردماں
(پرندہ اپنے گھونسلے تک اُڑ کر جاتا ہے | اسی طرح آدمی کے پر اس کی ہمت ہے)

عاشقے کالودہ شد در خیر و شر | خیر و شر منگر تو در ہمت نگر
(تو عاشق خواہ خیر میں مبتلا ہو یا شر میں | اُس کی بُرائی بھلائی کو نہ دیکھو بلکہ ہمّت پر نظر کرو)

باز گر باشد سپید و بے نظیر — چونکہ صیدش موش باشد شد حقیر

(باز اگر سپید اور کیسا ہی بے نظیر کیوں نہ ہو — لیکن جب وہ چوہوں کا شکار کرنے لگا تو ذلیل ہو گیا)

در بود جغدے و میلِ او بشاہ — او سرِ باز است منگر در کلاہ

(اور اگر کوئی اُلّو بادشاہ کی طرف متوجہ ہو — تو اس کی ٹوپی پر نہ دیکھو وہ تو بازوں کا بھی سر ہے)

آدمی سرشتہ از یک مشتِ گل — برگزشت از چرخ و از کوکب بدل

(انسان جس کا خمیر ایک مٹھی بھر مٹی سے ہے — وہ مرضِ دل کی بدولت آسمان اور ستاروں سے مرتبہ میں بڑھ گیا)

نتیجہ: اللہ والوں کی نیکی بدی نہیں دیکھی جاتی بلکہ اُس ہمت کی قدر کی جاتی ہے جو اُن سے خدا کی طلب میں ظاہر ہوئی ہے۔ خواہ وہ بذریعۂ عبادت و ریاضت ہو خواہ بذریعۂ علم و معرفت ہو۔

صوفی اور خالی دسترخوان

کسی جگہ کھونٹی پر ایک خالی دسترخوان لٹکا ہوا تھا۔ وہاں ایک صوفی صاحب پہنچے۔ دسترخوان پر نظر پڑی تو اُن پر ایک

وجد سا طاری ہوگیا۔ الا اللہ کا نعرہ مارا، جسم کے کپڑے پھاڑ دیے اور بے تاب ہوکر ناچنے لگے۔ وہ اُس دسترخوان کے گرد رقص کرتے تھے اور چلّا چلّا کر کہتے تھے کہ آؤ یارو، یہ توشہ ہے، اِس سے فاقہ زدہ لوگوں کو فاقے سے نجات ملتی ہے اور بھوکوں کو سیری حاصل ہوتی ہے۔ اُن کے یہ نعرے سُن کر دوسرے صوفی بھی آ پہنچے اور وہ بھی اپنے اپنے گریبان چاک کرکے اُس کے ہمنوا ہو گئے۔

اُن سب کی اِس قدر محویت اور بے خودی دیکھ کر ایک ظاہر بیں شخص نے پوچھا کہ صوفی صاحب یہ کیا معاملہ ہے۔ یہاں تو کھونٹی پر صرف ایک خالی دسترخوان لٹکا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر آپ اُسے دیکھ کر اتنا شور و غل کیوں مچا رہے ہیں۔

صوفی نے کہا کہ چل آگے بڑھ، بے وقوف، یہ تو ایک بے معنی سی چیز ہے، تُو وجود کا طالب ہے اور ہم عدم کے متلاشی ہیں۔ ہمارے لیے روٹی کا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں۔ روٹی کا عشق تو نہیں ہوتا۔ ہے جن کو روٹی

میسر نہیں اور جن کے پیٹ ڈھول کی طرح خالی ہیں ۔
ارے احمق! ہمارے پیٹ تو عشق ومحبت سے بھرے ہوئے ہیں، اِس لیے جو نعمتِ باطنی ہم اِس خالی دسترخوان میں پاتے ہیں اُس سے ہماری روح وجد میں آجاتی ہے ۔

عاشقاں را کار نبود با وجود — عاشقاں راہست بے سرمایہ سود
(عاشقوں کو وجودِ ظاہری سے کوئی سروکار نہیں ہوتا — انہیں تو بغیر سرمایے کے سود حاصل ہے)

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند — چوں عدم یکرنگ و نفسِ واحدند
(عاشقوں نے میدانِ فنا میں خیمے لگا رکھے ہیں — وہ فنا فی اللہ ہو کر تمام نفس کو معدوم اور ایک رنگ سا سمجھتے ہیں ۔)

گلستاں باشد براہیم نار — لیک بر نمرود باشد زہر مار
(آگ ابراہیمؑ کے لیے باغ تھی — اور نمرود کے لیے زہر قاتل تھی)

بر سمندر باشد آتش خانداں — لیک باشد بر دگر مرغاں زیاں
(سمندر آگ پر بستا ہے — مگر وہ دوسرے جانوروں کے لیے نقصان دہ ہے)

نزدِ عاشق درد وغم حلوا بود — لیک حلوا بر خساں بلوا بود
(عاشقوں کے لیے درد وغم حلوا ہوتا ہے — لیکن نااہلوں کے لیے وہی مصیبت کا ساماں ہے)

نتیجہ: اہلِ حال فنا فی اللہ ہو کر نفس کو معدوم سمجھتے ہیں

RekhtaDownload.com

اور چونکہ وہ روحانی نعمتوں سے سیر ہوتے ہیں اس وجہ سے فقر و فاقے کو ترجیح دیتے ہیں۔

ایک گیدڑ کا دعویٰ کہ میں لیڈر رہوں

کہتے ہیں کہ اتفاقاً ایک گیدڑ، رنگ کی ناند میں جا پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہاتھ پاؤں مار کر باہر نکلا تو دیکھا کہ اُس کا جسم نہایت خوش رنگ ہوگیا ہے۔ بالوں میں قوس قزح کی طرح بہت سے رنگ جھلک رہے ہیں، کہیں سبز ہے تو کہیں سُرخ، کہیں آسمانی ہے تو کہیں فیروزی۔ غرض یہ کہ پورا جسم گلدستہ بنا ہوا ہے اور اُس کی چمک دمک آفتاب کی آب و تاب سے بھی دوبالا ہوگئی ہے۔

اُس نے اپنے دل میں سوچا کہ یک بہ یک میں اس قدر خوبصورت کیسے ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جنت کا طاؤس ہوں اس قسم کے خیالات میں اُلجھ کر آخر کار اِس نتیجہ پر پہنچا کہ

ہیں گیدڑ نہیں بلکہ لیڈر ہوں۔ مجھے اب اپنی قوم کا لیڈر بنا چاہیے۔

یہ تمام شیخ چلی کے منصوبے باندھ کر وہ اپنی برادری میں پہنچا اور سینہ پھلا کر ایک طرف کھڑا ہوگیا۔ اُس کے برادری والے یہ کیفیت دیکھ کر بولے کہ حضرت خیر تو ہے! یہ کیا معاملہ ہے جو الگ کھڑے ہوئے ہو۔ کانوں تک باچھیں کھلی ہوئی ہیں اور مارے خُوشی کے پھُولے نہیں سماتے ہو؟ یہ رنگ دیکھ کر ایک بُوڑھا جہاں دیدہ، گرگِ باراں دیدہ، آگے بڑھا اور کہا کہ یہ مکر کا رنگ تو تُو نے اچھا رچایا ہے۔ دوسرے نے دُور سے آوازہ کسا کہ واللہ تو نے بہروپ تو غضب کا بھرا ہے، مگر سچ تو یہ ہے کہ تجھ میں نہ تو وہ اگلا سا رنگ رُوپ رہا اور نہ وہ اگلی سی خوبیاں رہیں۔ تیری تو کچھ عجیب ہیئت ہوگئی ہے۔

اُس گیدڑ نے اپنے ملامت کرنے والوں سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور اپنی اصلیت کو نہ بھولو اوّل تو

خود کو دیکھو، پھر مجھ پر نظر ڈالو کہ میرے ایک ایک رنگ میں ہزار رنگ نظر آ رہے ہیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کے الطاف و کرم کا مظہر ہوں اور صحیفۂ کبریائی کا منقش ورق ہوں۔ خدا کے واسطے اب مجھے گیدڑ نہ کہنا۔ ذرا مجھے غور سے دیکھو اور ٹھنڈے دل سے سوچو کہ کیا گیدڑ میں اس قدر حسن و جمال ہوا کرتا ہے۔

یہ تقریر سن کر تمام گیدڑ اس کے گرد جمع ہو گئے اور کہا کہ جناب! اگر آپ کو گیدڑ نہ کہیں تو پھر کیا کہیں؟ جواب دیا کہ مجھے طاؤس کہو۔ انھوں نے کہا کہ بھائی طاؤس تو باغوں میں بڑے بڑے تماشے دکھاتا ہے، کبھی پر پھیلا کر ناچتا ہے، کبھی دُم اٹھا کر تھرکتا ہے، بھلا تمھیں بھی وہ جلوے دکھانے آتے ہیں؟ جواب دیا کہ نہیں۔ پھر کہا کہ اچھا اگر یہ نہیں آتا تو طاؤس کی بولی بھی بول سکتے ہو یا نہیں۔ جواب دیا کہ نہیں۔ تو انھوں نے کہا کہ پھر تو تُو طاؤس ہرگز نہیں بلکہ چغد صحرائی ہے۔ ابے الّو کی دُم فاختہ! طاؤس تو

آسمان سے اترا ہے، بھلا تُو صرف اپنے بال رنگ کر اس تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اوّل اپنی ہستی کو دیکھ اور پھر غور کر کہاں تو اور کہاں طاؤس، اگر تجھے طاؤس ہونے کا دعویٰ ہے تو دعوے کے ثبوت میں دلیل پیش کر ورنہ لینڈی کتّوں کی طرح نملاطت نہ کھا اور پنجے سے اپنی گردن نہ کھجا۔

کام از ذوقِ توہم خوش کنی
در دمے درِ خیکِ خود پرّش کنی
(اپنے وہم اور خیال کی بنا پر تو خوش ہے
گویا تو نے اپنی مشک کو ہوا بھر کر پھلا لیا ہے)

پس بہ یک سوزن تہی گردد ز باد
این چنین فربہ تنِ عاقل مباد
(ذرا سوئی چبھا دو تو وہ تمام ہوا سے خالی ہو جائے گی
عقلمند کا اس طرح موٹا ہونا اچھا نہیں ہے)

ایک سائل اور صاحبِ خانہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی سائل نے ایک دروازے پر جاکر سوال کیا کہ خدا کی راہ پر ایک روٹی فقیر کو دیجیے۔ صاحبِ خانہ نے اندر سے جواب دیا کہ کیا یہ کوئی بھٹیارے کی

دکان ہے جو روٹی مانگ رہے ہو۔ سائل نے کہا کہ اچھا اگر روٹی نہیں ہے تو ایک چربی کا ٹکڑا ہی خدا کی راہ پر دیدو۔ صاحب خانہ نے جواب دیا کہ شاہ صاحب یہ مکان ہے، قصائی کی دکان نہیں ہے۔ سائل نے کہا کہ اچھا! ایک مٹھی بھر آٹا ہی دلادو، تو اس نے کہا کہ یہاں چکی نہیں ہے جو اس میں سے مٹھی بھر آٹا لاکر تمھیں دیا جائے۔ سائل نے کہا کہ اچھا بابا کچھ نہیں تو ایک گھونٹ پانی ہی پلادے۔ جواب دیا کہ یہاں کوئی پنگھٹ نہیں ہے، وہ دیکھو سامنے کنواں ہے، وہاں جاکر ایک گھونٹ نہیں دس گھونٹ پی لو۔

غرض یہ کہ جو کچھ فقیر نے کہا صاحبِ خانہ نے کورا جواب دیدیا۔ فقیر یہ باتیں سن کر گھر میں گھس آیا اور صحن میں بیٹھ کر رفع حاجت کرنے لگا۔ صاحبِ خانہ نے چلّاکر کہا کہ کم بخت یہ کیا کرتا ہے؟ فقیر نے جواب دیا کہ جب یہاں کوئی وجہ معاش اور ذریعۂ حیات میسّر نہیں تو یہ گھر نہیں ہے بلکہ

بیتُ الخلا ہے ۔ اِس لیے یہاں کم سے کم رفعِ حاجت تو ضرور کرلینا چاہیے ۔

چوں نۂ بازے کہ گیری تو شکار | دست آموزِ شکارِ شہریار
(جب تو باز نہیں جو شکار پکڑ سکے | اور بادشاہ کے ہاتھ پر بھی نہیں بٹھایا جاتا)

نیستی طاؤس با صد نقش و بند | کہ بہ نقشت چشمہا روشن کنند
(نہ تو خوبصورت نقش و نگار والا طاؤس ہے | کہ تجھے دیکھ کر لوگ اپنی آنکھیں روشن کریں)

در چہ بازاری و بہرِ چیت خرند | تو چہ مرغی و ترا با چہ خرند
(تو تو کس مرض کی دوا ہے اور تجھے کیوں خریدیں | اور تو کونسا پرندہ ہے، کس چیز کے ساتھ تجھے کھائیں)

زیں دکانِ باکیان بر ترا | تا دکانِ فضلُ اللہ اشتری
(لہٰذا ان گراں فروشوں کی دکان سے علیحدہ ہو جا | اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی دکان کی طرف چل)

ہیچ قلبے پیشِ اُو مردود نیست | زانکہ قصدش از خریدن سُود نیست
(وہ کوئی کھوٹی چیز واپس نہیں فرماتا | اس لیے کہ اُس کا قصد خریداری سے خود فائدہ اُٹھانا نہیں ہے)

سُود او و بیعُ آں یارِ نکو | گو مشو نیکو خلق ہم نیکو شو خو
(اس اچھے مددگار کا فائدہ اور خرید و فروخت | جو خوش خلق اور خوش خو ہے عین تمہارا فائدہ ہے)

نتیجہ: انسان میں کوئی نہ کوئی ایسی صفت ضرور

ہونی چاہیے، جس سے خلقِ خدا فائدہ اُٹھا سکے۔ ورنہ اُس کا وجود دنیا میں بیکار ہے۔

ایک دیو ہیکل بزدِل اور دُبلا پتلا دلیر

RekhtaDownload.com

کہتے ہیں کہ ایک دیوہیکل شخص پانچوں ہتھیاروں سے مسلّح عربی گھوڑے پر سوار جنگل میں چلا جارہا تھا۔ اتفاقاً ایک دُبلا پتلا شخص ہاتھ میں تیر کمان لیے درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ اُس نے اِس کرّوفر کے ساتھ جو اُس کو آتے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ کوئی جنگجو قزّاق ہے۔ اپنی حفاظتِ جان کے خیال سے فوراً کمان کو چلّہ کرکے ٹوکا کہ ہشیار! لیکن سوار نے وہیں سے چلّاکر کہا کہ ارے میاں! یہ کیا غضب کررہے ہو، خدا کے واسطے تم کہیں میری ظاہراشکل پر نہ جانا،

میں تو نہایت ڈرپوک اور بزدل ہوں۔

تیرانداز نے جواب دیا کہ اچھا ہوا جو تو نے جتا دیا ورنہ میں اپنی جان کے خوف سے تجھ کو مار ہی ڈالتا۔

بے رجولیت چناں تیغے بہ مشت	بس کساں را کالت بیکار گشت
(بغیر ہمّت و جرأت بعض لوگوں نے تلوار اٹھائی	جو اُن کے لیے ہلاکت کا باعث ہو گئی)
گر بپوشی تو سلاحِ رستماں	رفت جانت چوں نباشی مردِ آں
(اگر تو رستموں کے ہتھیار بھی باندھ لے	اور اُن کی سی مردانگی نہیں رکھتا تو سمجھ لے کہ تیری جان گئی)
جاں سپر کن تیغ بگزار اے پسر	ہر کہ بے سر بود ازیں شہ برد سر
(اے لڑکے! تلوار چھوڑ اور جان کو سپر کر	اس نفس کے شر سے وہ بچ گیا جو بے سر ہو گیا)
آں سلاحت حیلہ و مکرِ تو است	ہم ز تو زائیدہ و ہم جانِ تو خست
(یہ ہتھیار تیرے مکر اور حیلے ہیں	یہ تجھ سے ہی پیدا ہوئے ہیں اور تیری جان کو زخمی کرتے ہیں)
چوں مبارک نیست بر تو ایں علوم	خویشتن گولی کن و بگزر ز شوم
(جب یہ علوم و فنون تجھے سزاوار نہیں ہوئے	تو ان کم بخت علوم سے گزر اور خود کو جاہل بنا لے)
چوں ملائک گوئے لا علم لنا	یا الٰہی غیر ما علّمتنا
(اور فرشتوں کی طرح عرض کر کہ ہم جاہل ہیں	اس سے زیادہ علم نہیں جتنا تو نے فرمایا ہے)

نتیجہ : دشمن سے مقابلے کے وقت جسم کی نمائش یا ہتھیاروں کا مظاہرہ کام نہیں دیتا، بلکہ دلیری اور جوانمردی کام دیتی ہے۔

ماں اور بچّہ

کہتے ہیں کہ ایک بچّے سے اُس کی ماں نے کہا کہ بیٹا! اگر تجھے قبرستان یا کسی دوسرے سُنسان مقام پر بھُوت یا جِن دکھائی دے جائے تو خوف زدہ ہو کر پیچھے نہ ہٹنا بلکہ آگے بڑھ کر اُس پر حملہ کر دینا، وہ ڈر کر فوراً بھاگ جائے گا۔

لڑکے نے کہا کہ امّاں جان آپ کے فرمانے کے مطابق انشاء اللہ میں اُس سے ہرگز نہ ڈروں گا مگر ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ اگر میرے حملہ کرنے سے پہلے وہ مجھ پر حملہ کر جائے تو پھر میں کون سا طریقہ اختیار کروں۔ ماں نے کہا کہ پھر جس جانب سے وہ حملہ کرے تو بھی اسی جانب سے بڑھ کر

حملہ کر۔ بچّے نے کہا کہ اگر وہ مکر و حیلے سے کام لے تو

پھر میں کیا کروں ؟ تو ماں نے کہا کہ پھر تُو کچھ نہ کر بلکہ

اُس کے رُوبرو خاموش ہوکر بیٹھ جا اور صبر کر۔

ہست بر ہر صبر را آخر ظفر ہست روزی بعد ہر تلخی شکر

(ہر صبر کا نتیجہ کامیابی اور فتح ہے اور تکلیف برداشت کرنے کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے)

صبر را سُلّم کنم سوئے درج تا برآیم بر سرِ بامِ فرج

(صبر کو اس درجہ تک پہنچنے کا زینہ بناتا ہوں تاکہ فرحت اور نشاط کے کوٹھے تک پہنچ سکوں)

نتیجہ : شیطانوں سے مقابلہ کرنے کے بجائے بچنا

بہتر ہے۔

RekhtaDownload.com

خواجہ اور حضرت لقمانؒ

ایک روز خواجہ کے واسطے کسی نے تحفۃً خربوزے بھیجے۔

لقمانؒ خواجہ کے چہیتے غلام تھے۔ اُس وقت موجود نہ تھے۔ اس لیے

خواجہ نے ایک غلام کو حکم دیا کہ جاؤ، میرے فرزند لقمان کو

بلا لاؤ۔ غلام گیا اور حضرت لقمان کو بلا لایا، وہ آئے اور

ادب سے سامنے بیٹھ گئے۔ خواجہ نے خربوزے کاٹے اور ایک

قاش حضرت لقمان کو دی۔ انھوں نے اس کو خوب مزے

لے لے کر کھایا، پھر دوسری قاش دی۔ انھوں نے وہ بھی کھالی

اور اس طرح تقریباً سترہ اٹھارہ قاشیں یکے بعد دیگرے کھاگئے۔

جب ایک پھانک باقی رہی تو خواجہ نے کہا کہ اس کو

میں کھاؤں گا۔ دیکھوں تو سہی کہ یہ خربوزے کس قدر شیریں

ہیں کہ جن کو لقمان اس قدر مزے لے لے کر کھا گیا۔

جب خواجہ نے وہ پھانک کھائی تو معلوم ہوا کہ اس قدر

کڑوی ہے کہ حلق میں آگ سی لگ گئی تھوڑی دیر تک تو

وہ اس کڑواہٹ سے بے مزہ رہا۔ پھر لقمان سے مخاطب

ہوکر کہا کہ اے جانِ پدر! تو نے اس قدر زہریلی چیز کیسے

کھالی۔ حضرت لقمان نے جواب دیا کہ اے خواجہ!

میں تیرے احسان سے دوہرا ہو رہا ہوں مجھے شرم آئی کہ کل جس کے

ہاتھ سے ہزاروں ذائقے دار، نفیس اور شیریں چیزیں کھائی

ہوں۔ آج اس کے ہاتھ سے ایک تلخ چیز نہ کھا سکوں۔

چوں ہمہ اجزایم از انعام تو — رستہ اند و غرق دانہ و دام تو
(جب میری بوٹی بوٹی آپ کے انعام سے پیدا ہوئی ہے، — اور آپ کے احسانات کے دانہ و دام میں غرق ہے)

گر ز یک تلخی کنم فریاد و داد — خاک صد رہ بر سرِ اجزام باد
(تو اگر ایک تلخ چیز سے میں فریاد کروں — تو میرے وجود پر خاک اور دھول پڑے)

لذتِ دستِ شکر بخشت تو داشت — اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت
(وہ خربوزہ آپ کے شکر بخشنے والے ہاتھ کی لذت رکھتا تھا — پھر بھلا مجھے کڑوا کیوں معلوم ہوتا)

از محبت تلخہا شیریں شود — از محبت مسہا زریں شود
(محبت کی چاشنی سے کڑوا بھی میٹھا ہو جاتا ہے، — محبت کی اکسیر سے تانبہ بھی سونا کی طرح ہو جاتا ہے)

از محبت سجن گلشن می شود — بے محبت روضہ گلخن می شود
(محبت سے قید خانہ بھی باغ ہو جاتا ہے — اور بے محبت کے باغ بھی آگ کی بھٹی بن جاتا ہے)

دانشِ ناقص کجا ایں عشق زاد — عشق زاید ناقص آما بر جماد
(ناقص عقل اس عشق کو کہاں پیدا کر سکتی ہے — ناقص عقل بھی پیدا کرتی ہے مگر اس کا تعلق جماد سے ہے)

نتیجہ: خدا ہزارہا نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے، اگر کسی وقت کوئی تکلیف پہنچ جائے تو خوشی سے برداشت کرنی چاہیے۔

حضرت لقمانؑ اور حضرت داؤدؑ

کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت لقمان حضرت داؤدؑ کی طرف گئے تو دیکھا کہ آپ فولاد کی کڑیاں بنا رہے ہیں اور ایک کڑی کو دوسری کڑی میں ڈال کر جال کی طرح گوندھ رہے ہیں۔ حضرت لقمان فنِ آہنگری سے ناواقف تھے۔ یہ تماشا دیکھ کر حیران رہ گئے اور بار بار خیال آیا کہ اس کے متعلق اُن سے دریافت کریں کہ آپ یہ حلقے کیوں بنا رہے ہیں۔ پھر دل میں سوچا کہ اس معاملے میں جلدی کرنا ٹھیک نہیں۔ چنانچہ بڑی دیر تک حضرت لقمان خاموش کھڑے ہوئے تماشا دیکھتے رہے اور حضرت داؤدؑ بیٹھے ہوے کڑیاں بناتے رہے۔

تھوڑی دیر میں وہ کام ختم ہوگیا اور حضرت داؤدؑ نے وہ زرہ تیار کرکے حضرت لقمان کو بتائی اور کہا کہ میاں!

لڑائی میں دشمن کے وار سے بچنے کے لیے یہ نہایت لاجواب اور عمدہ لباس ہے۔ حضرت لقمان بہت خوش ہوئے اور دل میں کہنے لگے کہ واقعی صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

صبر را باحق قریں کرد اے فلاں
آخر والعصر را آگہ بخواں

(صبر کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ ملاحق فرمایا ہے
والعصر کے آخری حصہ کو پڑھ)

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید
کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید

(اللہ تعالیٰ نے ہزاروں قسم کی کیمیا پیدا کی
گر صبر جیسی کیمیا انسان کی نظر سے نہیں گزری)

نتیجہ: بزرگوں سے بار بار سوال کرنا بے ادبی ہے۔ صبر کرنا چاہیے۔ سوال کا جواب خود بخود مل جاتا ہے۔

بادشاہ اور لیلیٰ

ایک مرتبہ بادشاہ وقت نے لیلیٰ سے پوچھا کہ تیرے عشق میں مجنوں کیوں اس قدر دیوانہ وار پڑا پھرتا ہے حالانکہ تجھ سے زیادہ حسین اور مہ جبین یہاں موجود ہیں۔ لیلیٰ نے

کہا کہ اے بادشاہ، خاموش رہ کیونکہ تُو خود مجنوں نہیں ہے، اس لیے مجھے پہچاننے میں غلطی کر رہا ہے۔ اگر تو مجنون ہوتا تو مجھ کو دُنیا کے تمام حسینوں سے زیادہ حسین پاتا۔

با خودی تو، لیک مجنوں بے خود است | در طریق عشق بیداری بد است
(تو ہشیار ہے اور مجنوں بےخود اور بےخبر ہے | عشق کے رستے میں ہشیاری نہایت مذموم ہے)

ہر کہ بیدار است او در خواب تر | ہست بیداریش از خوابش بتر
(جو کہ دنیاوی معاملات میں بیدار ہے وہ غفلت زیادہ خواب میں ہے | ایسے شخص کی بیداری خواب سے بھی بدتر ہے)

ہر کہ در خواب است بیداریش بہ | مست غفلت عین ہشیاریش بہ
(اور جو دنیاوی معاملات سے غافل ہے وہ دراصل بیدار ہے | یہ غفلت جو عشق کی ہشیاری ہے نہایت اچھی ہے)

نتیجہ: عشق میں دیوانہ پن ہونا چاہیے اور دیوانے پن میں تمیز کرنے کی قوت نہیں رہتی ہے۔

چوہا اور اونٹ

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اونٹ کی نکیل کسی چوہے

کے پیچھے پڑ گئی، وہ اُسے لے کر ایک جانب چلا۔ اُونٹ بھی پیچھے ہولیا۔ وہ چوہے کے اشارے پر کام کر رہا تھا اور نہایت چستی اور چالاکی کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ کیفیت دیکھ کر چوہے کو خیال ہوا کہ میں بھی کتنا زبردست پہلوان ہوں جو اُونٹ کو اس طرح بے تکان کھینچتا ہوا چلا جا رہا ہوں اُونٹ تاڑ گیا کہ چُوہا غرور کے نشے میں چُور ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد چوہا ایک بڑے دریا کے پاس پہنچا، پانی کو دیکھا تو سرد ہوگیا اور کنارے پر کھڑا ہو کر بغلیں جھانکنے لگا۔ اُونٹ نے کہا کہ اے میرے پیشوا! تو مجھے دشت و بیاباں میں لے کر پھرا، اب یہاں پہنچ کر کیا پس و پیش کر رہا ہے؟ آگے بڑھ اور جوانمردوں کی طرح دریا میں قدم ڈال۔ چوہے نے کہا کہ یہ دریا تو بہت گہرا ہے۔ میں اسی خیال میں ہوں کہ اب کیا کروں! کہ آگے بڑھوں اور غوطہ کھا جاؤں۔ اُونٹ نے زرا میں بھی تو اس کی گہرائی دیکھوں، یہ کہہ کر وہ بلا تامل پانی

میں اُتر گیا اور چوہے کو مخاطب کرکے کہا کہ اُو اندھے!
یہ پانی تو صرف میرے زانو تک ہے، پھر تو کیوں حیرت
میں غرق ہے۔ چوہے نے جواب دیا کہ میرے زانو اور
تیرے زانو میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جو تیری نظر میں
چیونٹی سے بدتر ہے وہ میری نظر میں اژدہے سے بھی
بڑھ کر ہے۔

اُونٹ نے کہا کہ اُو حقیر چوہے! اب دوبارہ ایسی
گستاخی ہرگز نہ کرنا اور اِس قسم کے بیہودہ خیال ہرگز اپنے
دل میں نہ لانا، اگر تجھے برابری یا پہلوانی کا دعویٰ کرنا ہے
تو اپنے چوہوں کے ساتھ کرے مگر اُونٹوں سے ہرگز
نہ کرنا۔ چوہے نے جواب دیا کہ میں توبہ کرتا ہوں پھر
اس قسم کی غلط فہمی میں کبھی نہ پڑوں گا، مگر اب خدا کے
واسطے مجھے بچائیے اور اپنے ساتھ میری کشتی بھی پار لگا دیجیے۔

اُونٹ کو اُس پر رحم آگیا اور کہا کہ مجھے تو اِس دریا
سے گزرنا ضرور ہے، اگر تجھے بھی چلنا ہے تو آ اور اُچک کر

میرے کوہان پر بیٹھ جا، تجھ کو بھی اس دریا کے پار کر دیتا ہوں۔ چوہا اُچک کر اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ گیا اور وہ اس بڑے دریا میں بلا کسی خوف و خطر کے اُتر گیا۔

ہاں وہاں ترکِ حسد کن با شہاں — ورنہ ابلیسی شوی اندر جہاں
(خبردار بادشاہوں کے مقابلے میں حسد نہ کرنا — ورنہ دنیا میں تو شیطان ہو جائے گا)

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ — تا رسی از چاہ روزے سوئے جاہ
(جب تو عارف کامل نہیں ہے تو ان کے پیچھے چل — ایک روز تو کسی بلندی پر پہنچ جائے گا)

ور کنی با او مری و ہمسری — کاژ مرداں گر تو ایشاں سرسری
(اگر اہل اللہ کے مقابلے میں سرکشی اور ہمسری کی — اگر جھوٹ بولو تو کاذب جانا جائے گا تو سر مت سلانے جاتا)

تو رعیت باش، چوں سلطاں نۂ — خود مراں چوں مردِ کشتیباں نۂ
(جب تو بادشاہ نہیں ہے تو رعیت بن — اگر ملاح نہیں ہے تو دریا میں غوطہ نہ لگا)

چونکہ آزادیت نآید بندہ باش — ہیں مپوش اطلس برو در ژندہ باش
(جب تجھ کو آزادی حاصل نہیں ہے تو غلام بن — خبردار اطلس زیب تن مت پہن بلکہ گدڑی پہن)

انصتوا را گوش کن خاموش باش — چوں زبانِ حق نۂ گوش باش
(تو انصتوا کو سن اور خاموش رہ — جب تو حق کی زبان نہیں ہے تو کان بن)

RekhtaDownload.com

نتیجہ: اگر پیشوائی کی قابلیت نہیں ہے تو مقلّد رہ اور بزرگوں کے حکم کی تعمیل کر۔

RekhtaDownload.com

عقل و جہل

عقلِ کُل و نفسِ کُل، مردِ خدا ست
عرش و کرسی را مداں کز وے جداست

(صاحبِ عقل اور صاحبِ نفس اللہ کا بندہ ہے
عرش و کرسی کو اس سے جُدا نہ سمجھ)

RekhtaDownload.com

عاقل آں باشد کہ اُو با مشعلہ است
اُو دلیل و پیشوائے قافلہ است

(عقلمند وہ ہے کہ جس کے پاس عقل کی مشعل ہو
وہی بس اپنے قافلہ کا رہنما ہے)

دیگرے کہ نیم عاقل آمد اُو
عاقلے را دیدۂ خود داند اُو

(اور دوسرا نیم عاقل ہے
جو عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے)

واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت
خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت

(اور تیسرا گدھا تو نرا جاہل ہے
نہ تو اس میں عقل ہے اور نہ وہ عقلمند کی پیروی کرتا ہے)

جانِ کورش گام ہر سو می نہد
عاقبت نہ جہد و بے بر می جہد

(وہ اندھوں کی طرح ہر طرف بھٹکتا پھرتا ہے
وہ ہر طرف کو دوڑتا ہے مگر عافیت کی طرف جست نہیں کرتا۔)

RekhtaDownload.com

ایک بُڈھا اور سُنار

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بُڈھا آدمی کسی سُنار کے پاس گیا اور سُونا تولنے کے لیے اُس سے کانٹا مانگا۔ سُنار نے اُس کو غور سے دیکھا اور کہا کہ میاں جاؤ، میرے پاس چھلنی ولنی نہیں ہے۔ بُڈھے نے کہا کہ میں کانٹا مانگ رہا ہوں اور تو چھلنی کی لے رہا ہے۔ ارے میاں یہ مسخرہ پن چھوڑ اور ذرا مجھے کانٹا لاکر دیدے۔ سُنار نے پھر بُڈھے پر ایک گہری نظر ڈالی اور اُس کے ہاتھ پانو پر اچھی طرح غور سے دیکھ کر کہا کہ بڑے حضرت، میری دُکان میں تو جھاڑو بھی نہیں ہے۔

اب تو بُڈھا مارے غصّے کے لال پیلا ہوگیا اور کہا کہ یہ کیا پاگل پن کی باتیں کر رہا ہے جہالت چھوڑ اور خود کو

بہرا بنا کر میرے آگے الٹی سیدھی باتیں نہ بنا۔ چل اُٹھ
اور مجھے کانٹا لا کر دے۔ سُنار نے جواب دیا کہ حضرت!
نہ تو میں بہرا ہوں اور نہ پاگل۔ آپ نے جو کچھ کہا وہ
میں نے اچھی طرح سُن لیا اور جو کچھ فرمایا اُسے اچھی طرح
سمجھ بھی لیا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو سُونا تولنے کی ضرورت
ہے لیکن آپ ہیں بوڑھے، جسم قابو میں نہیں ہے، ہاتھ پاؤں بید
کی طرح کانپ رہے ہیں اور سونے کے ٹکڑے جن کو آپ
تولنا چاہتے ہیں وہ ہیں باریک باریک ریزے، میں کانٹا
دوں گا، آپ اپنے تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں سے تولیں گے
تو وہ ریزے زمین پر گر جائیں گے، پھر آپ فرمائیں گے کہ میاں
ذرا جھاڑو تو دینا کہ ان ریزوں کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر لوں!
میں جھاڑو لا کر دوں گا، تو پھر آپ ریزے جمع کر کے فرمائیں گے
کہ میاں، ذرا چھلنی تو دو کہ خاک چھان کر ریزے ریزے
الگ کر لوں۔ تو بڑے حضرت، پھر میں وہ چھلنی کہاں سے
لاؤں گا۔ اس لیے میں نے ابتدا ہی سے آپ کے انجام پر

پوری طرح غور کر کے عرض کر دیا کہ کہیں اور تشریف
لے جائیے اور میرا پیچھا چھوڑیے۔

ہر کہ اوّل بیں بود اعمیٰ بود — ہر کہ آخر بیں چہ بامعنیٰ بود
(جو کہ اوّل دیکھنے والا ہے وہ اندھا ہے — اور آخر میں صاحب باطن ہے)

ہر کہ اوّل بنگرد پایانِ کار — اندر آخر او نگردد شرمسار
(جو ابتدا میں انجام پر نظر ڈال لیتا ہے — وہ آخر میں شرمندہ نہیں ہوا کرتا)

عاقبت بینا بود اہلِ رشاد — ور نگر واللہ اعلم بالسداد
(اور انجام کار دیکھنے والے اہل رشاد ہیں — تو اس پر غور کر، راستی جاننے والا اللہ ہے)

نتیجہ: عقل کا اندھا کام کی ظاہری شان پر فریفتہ ہو جاتا ہے لیکن عقلمند آدمی انجام پر نظر رکھتا ہے اور کبھی شرمندہ اور ناکام نہیں ہوتا۔

اعرابی اور اُس کا کتّا

ایک مرتبہ کسی شخص نے جنگل میں دیکھا کہ ایک

اعرابی ایک کُتّے کے پاس کھڑا ہوا زاروقطار رو رہا ہے اور نہایت دردناک طریقے پر ماتم کر رہا ہے۔ اُس نے پوچھا کہ بھائی تم کیوں رو رہے ہو۔ اعرابی نے کہا کہ میرے پاس صرف یہی ایک نیک بخت اور وفادار کتّا تھا، جو دن کے وقت میرے لیے شکار کرتا تھا، رات کو پہرہ دیتا تھا۔ تم یقین مانو کہ یہ کُتّا نہیں بلکہ ایک شیر ہے، نہایت تیز چشم، تیز فہم، زبردست شکاری، قانع، آزادمنش، خوش خو، وفادار، خوش اطوار، مختصر یہ کہ جامع اوصاف ہے مگر افسوس! صد ہزار افسوس! یہ آج دم توڑ رہا ہے اور ہمیشہ کے لیے مجھ سے مُنہ موڑ رہا ہے۔

اُس شخص نے پوچھا کہ بھلا اُس کو کیا تکلیف ہے۔ جواب دیا کہ یہ کئی روز سے بھوکا ہے اور بھوک کی شدت نے اُس کی یہ حالت بنادی ہے۔ اُس نے کہا کہ اِس چٹیل میدان اور سُنسان ریگستان میں تو یہ مرض ناقابلِ علاج ہے۔ خیر اب صبر کرو، اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے گا اور

اُس کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس شخص نے اعرابی سے پوچھا کہ تمھاری پیٹھ پر جو گٹھری ہے، اُس میں کیا چیز ہے۔ اعرابی نے جواب دیا کہ اس میں میرا توشہ ہے۔ اُس نے کہا کہ جب کُتّے سے تم کو اتنی محبت ہے کہ برابر گھنٹے بھر سے دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہو تو پھر اپنے توشے میں سے اُسے کچھ کھانے کو کیوں نہیں دیتے؟

اعرابی نے کہا کہ مجھے اِس کُتّے سے محبت تو ضرور ہے مگر اِس قدر محبت نہیں ہے کہ اپنا توشہ اُس کے حوالے کردوں اور خود بھوکا مروں۔ یہ سُن کر اُس شخص نے کہا کہ تھو ہے تجھ پر کہ تُو رو رو کر اپنا خُون پانی ایک کررہا ہے، اُو حرص کے بندے اور پیٹ کے غُلام تیری نظر میں ایک روٹی کا ٹکڑا آنسوؤں سے زیادہ عزیز ہے۔

من غلام آنکہ نفروشد وجود جز بداں سُلطاں با افضالِ وجود

(میں اس کا غلام ہوں جو اپنی ہستی کو سوائے اس بادشاہ حقیقی کے کسی کو نہیں بیچتا)

چوں بگرید آسماں گریاں شود
چوں بنالد، چرخ یارب خواں شود

(جب وہ روئے تو زمین و آسمان روئیں
اور اُس کے رونے سے آسمان یارب یارب پکارنے لگے)

دستِ اشکستہ برآور در دعا
سُوئے اشکستہ پر و فضلِ خدا

(عجز و انکساری سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤ
کیونکہ اللہ کا فضل و کرم شکستہ حال کی طرف دوڑتا ہے)

از برائے ایں کمیں سعی بکن
تا بری بوئے ز علم من لدن

(تو عجز سے حق کے واسطے کوشش کر
تاکہ تجھے علمِ لدنی حاصل ہو)

گر تو احوالِ عروجِ خویش را
نیک دانی نیک باشد مر ترا

(اگر تو عروج کی حالت کو اچھی طرح سمجھ لے
تو یہ تیرے واسطے بہت بہتر بات ہے)

نتیجہ: اُس شخص کی بیوقوفی کی حد نہیں جو ظاہری نقصان کے آگے باطنی نقصان کی پروا نہیں کرتا۔

شکاری اور تین مچھلیاں

کہتے ہیں کہ ایک تالاب میں نہایت اعلیٰ قسم کی تین نادر مچھلیاں رہتی تھیں۔ چند شکاری اس تالاب کی طرف سے

گزرے۔ اُنھوں نے تالاب کا اچھی طرح سے معائنہ کرکے یہ تصفیہ کیا کہ گھر سے جال لاکر اُن تینوں مچھلیوں کو پکڑلیں مچھلیاں بڑی ہوشیار تھیں، فوراً تاڑگئیں اور اپنے جوڑ توڑ میں مصروف ہوگئیں۔

اُن میں سے ایک مچھلی بلا کی تیز فہم تھی۔ اُس نے سوچا کہ اِس تالاب سے نکل کر کہیں دوسری جگہ چلو دو اور اپنی سہیلیوں سے اِس معاملے میں کوئی صلاح اور مشورہ نہ لو، ورنہ وہ روکیں گی، وطن کی محبت دل میں آجائے گی اور میں بھی اُن کے ساتھ دامِ بلا میں گرفتار ہوجاؤں گی۔

غرض بادلِ ناخواستہ اُس عقلمند مچھلی نے دریا کی راہ لی اور دشوار گزار راستوں کو طے کرتی ہوئی ایک عمیق دریا میں پہنچ گئی کہ جس کی گہرائی کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ آسکتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد شکاری جال لے کر پہنچے تو باقی مچھلیاں ششدر و حیران رہ گئیں۔ اُن میں سے دوسری مچھلی نیم عاقل تھی۔ اُس نے کہا کہ افسوس میں بھی، اُس مچھلی

کے ساتھ کیوں نہ نکل گئی، خیر اب مجھ کو زیادہ سوچنا نہیں چاہیے۔ اِس بلا سے نجات پانے کے لیے اپنے آپ کو مُردہ بنالینا چاہیے چنانچہ وہ پانی کی سطح پر چِت لیٹ گئی۔ شکاریوں کو یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ اُنھوں نے آپس میں کہا کہ افسوس اتنی بڑی مچھلی مرگئی۔ ایک نے اُسے پکڑ کر دیکھا اور مردہ سمجھ کر پھینک دیا۔ وہ بے حس و حرکت وہیں پڑی رہی اور شکاری کی آنکھ بچا کر آہستہ سے پانی میں کھسک گئی۔ مگر تیسری مچھلی بے وقوف تھی، وہ پانی میں پھڑکتی پھرتی تھی، کبھی اِدھر جاتی تھی اور کبھی اُدھر۔ شکاریوں نے فوراً جال ڈالا اور وہ اپنی حماقتوں کی وجہ سے اُس جال میں پھنس کر رہ گئی۔ شکاری خوشی خوشی اُسے گھر لے گئے، اُس کی کھال کھینچی اور آگ پر بھونا۔

جب وہ پھڑکتی ہوئی آگ سے گرم ہوتی تھی تو کہتی تھی کہ اگر میں اِس مصیبت سے چھوٹ جاؤں تو پھر دریا کے سوا کہیں قیام نہ کروں گی اور گہرا پانی تلاش کر کے ہمیشہ وہیں رہا کروں گی۔

عقلِ کامل نیست خود را مُردہ کن در پناہِ عاقلِ زندہ سخن
(اگر تو عقل مند نہیں ہے، تو خود کو مردہ جان اور کسی کامل العقل کی پناہ میں حیاتِ جاوید حاصل کر)

زندہ نے و مُردہ نے، لاشے بُوَد غُورہ باشد نے عنب نے مے بود
(جو نہ تو زندہ ہو اور نہ مُردہ، وہ بیکار محض ہے جیسے کہ کچّی انگور نہ کھانے کا نہ شراب بنانے کا)

سُود نہ دہد بر جہیدن آں زماں زانکہ نازِل شد بلائے آسماں
(اُس وقت کود نا فائدہ مند نہ ہوگا جب کہ بلائے ناگہانی آسمان سے نازل ہو چکے)

نتیجہ: بلائیں انسان کی تاک میں رہتی ہیں عقل مند بیداری میں پناہ لیتے ہیں۔ نیم عاقل نفس کُشی کر کے چھٹکارا پاتے ہیں مگر بے وقوف دامِ بلا میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

RekhtaDownload.com

ایک نحوی اور ملّاح

ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا اور بہت اِترا کر ملّاح سے پوچھا کہ کیا تم نے نحو بھی پڑھی ہے؟ ملّاح نے جواب دیا کہ نہیں۔ نحوی نے کہا کہ افسوس! تم نے اپنی عُمر کا نصف حِصّہ

برباد کر دیا ۔ ملّاح بیچارہ اپنے دل میں پیچ و تاب کھاکر رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا ۔

تھوڑی دیر کے بعد دریا میں یک بہ یک طوفانی کیفیت پیدا ہوئی اور بادِ مخالف کے جھونکوں نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا ۔ ملّاح نے نحوی سے پوچھا کہ کہیے جناب ! آپ نے کچھ پیرنا بھی سیکھا ہے ؟ نحوی نے جواب دیا کہ بھائی ! بھلا ہم کو پیرنے سے کیا واسطہ ، ہم تو پیراکی مطلق نہیں جانتے ۔ ملّاح نے کہا کہ افسوس تم نے اپنی عمر کا پورا حصّہ ڈبو دیا ۔ یہ کشتی تو اب کوئی دم میں ڈوبنے والی ہے ۔

محوی باید نہ نحو اینجا ، بدال   گر تو محوی ، بے خطر در آب ران

(یہاں دریا ہی میں محو ہو جانا کام دیتا ہے نحو بیکار ہے   اگر تو محوی ہے تو بلا خوف دریا میں چلا جا)

آبِ دریا مردہ را بر سر نہد   ور بود زندہ ز دریا کے رہد

(دریا کا پانی مردے کو اپنے سر پہ بٹھاتا ہے ،   اور زندہ شخص کو غرق کر دیتا ہے)

چوں بمردی تو ز اوصافِ بشر   بحرِ اسرارت نہد بر فرقِ سر

(جب تو اوصافِ بشری سے کنارہ کرے   تو دریائے اسرارِ الٰہی تجھ کو اپنے سر پہ بٹھائے گا)

RekhtaDownload.com

نتیجہ: علم کے مقابلے میں عمل کو ترجیح حاصل ہے۔

پکھیرو اور چڑی مار

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک چڑی مار نے جال بچھاکر بڑے مکروفریب سے ایک پکھیرو کو پھانسا۔ پکھیرو نے کہا کہ حضور! میں ایک حقیر پرندہ ہوں۔ آپ نے تو ہزاروں بھیڑیں، بکریاں اور قربانی کے اُونٹ کھائے ہیں۔ جب اُنھیں کھاکر سیری نہیں ہوئی تو بھلا مجھ غریب کی ہڈیاں چبانے سے کیا سیری ہوگی۔ اے جوان مرد شکاری! اگر تو مجھے چھوڑ دے تو اس احسان کے بدلے میں، میں تجھے تین نصیحتیں کروں گا۔ پہلی نصیحت تو تیرے ہاتھ پر بیٹھ کر، دوسری دیوار پر بیٹھ کر اور تیسری نصیحت درخت کی ڈالی پر بیٹھ کر کروں گا۔ اگر تو اُن پر عمل کرے گا تو نہایت نیک بخت اور پاک باطن ہو جائے گا۔

RekhtaDownload.com

یہ سُن کر چِڑی مار نے پکھیرو کو ہاتھ پر بٹھالیا۔ پکھیرو نے کہا: پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ اَن ہونی بات کا ہرگز ہرگز یقین نہ کرنا۔ یہ کہہ کر وہ ہاتھ پر سے اُڑا، اور دیوار پر جا بیٹھا، پھر چِڑی مار کو مخاطب کر کے دوسری نصیحت یہ کی کہ دیکھو! گزری ہوئی بات کا ہرگز غم نہ کرنا۔ اِس کے بعد وہ پکھیرو پھر سے اُڑکر درخت کی ڈالی پر جا بیٹھا اور پُھدک پُھدک کر کہنے لگا کہ میرے پوٹے میں دس درم وزن کا نہایت آبدار اور بیش قیمت موتی چھپا ہوا ہے۔ اگر تم مجھ کو نہ چھوڑتے تو وہ موتی تمھارا ہی ہوتا، مگر مُقدّر سے کیا چارہ ہے۔

یہ سُنتے ہی چِڑی مار بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اُس کے دل پر صدمہ تھا، وہ بار بار یہی کہتا تھا کہ افسوس! اِس پکھیرو کے فریب میں آکر میں نے اُسے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ حال دیکھ کر پکھیرو نے کہا کہ ابھی میں نے تمھیں نصیحت کی تھی کہ اَن ہونی بات کا یقین نہ کرنا، اور

دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ گزری ہوئی بات کا ہرگز غم نہ کرنا۔ ذرا غور تو کرو۔ میرا وزن خود دس درم کے برابر نہیں ہے تو پھر دس درم وزن کی چیز میرے پوٹے میں کیسے سما سکتی ہے اور دوسرے یہ کہ جب بات آئی گئی ہوئی تو پھر تم نے رنج و غم کیوں کیا۔ یہ سُن کر چڑی مار کے ہوش ٹھکانے ہوئے اور چپ ہوگیا۔ پھر اُس نے کہا کہ ہاں بے شک تو سچ کہتا ہے۔ اچھا خیر تو وہ تیسری نصیحت بھی بیان کردے۔ پکھیرو نے جواب دیا کہ قبلہ اُن دو نصیحتوں پر آپ نے کیا اچھا عمل کیا جو اب تیسری نصیحت کو بھی ضائع کروں۔ یہ کہہ کر پکھیرو اُڑا اور چہچہاتا ہوا سبزہ زار کی طرف نکل گیا۔

پند گفتن با جہولِ خوابناک | تخم افگندن بود در شورہ خاک
(سوئے ہوئے جاہل کو نصیحت کرنا | گویا بنجر زمین میں تخم ریزی کرتا ہے)
چاکِ حُمقِ جہل نپذیرد رفُو | تخمِ حکمت کم دہش اے پند گو
(حماقت اور جہالت کے چاک کو رفو نہیں کر سکتے | لہذا اے ناصح! اس میں حکمت کا تخم کم ڈال)

RekhtaDownload.com

زانکہ جاہل جہل را بندہ بُود   چونکہ تو پندش دہی اُو نشنود

(کیونکہ جاہل، جہل کا غلام ہوتا ہے   اگر تم اس کو نصیحت کروگے تو وہ سنے گا ہی نہیں)

نتیجہ: جاہل کو نصیحت کرنا گویا بنجر زمین میں تخم بونا ہے۔

ایک اعرابی اور فلسفی کا مکالمہ

ایک فلسفی ریگستان میں پیدل چلا جا رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک اعرابی اُونٹ کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا آرہا ہے۔ اس اعرابی نے اُونٹ کی گون میں ایک طرف تو گیہوں بھر دیے تھے اور دوسری طرف وزن برابر کرنے کے لیے ریتی بھر رکھی تھی۔ جب وہ نزدیک آیا تو فلسفی نے گفتگو کا سلسلہ چھیڑنے کے لیے اوّل تو اِدھر اُدھر کی باتیں کیں، پھر پُوچھا کہ میاں، تم نے ان گونوں میں کیا بھر رکھا ہے۔

اعرابی: ایک گون میں تو گیہوں ہیں اور دوسری گون میں ریت ہے۔

RekhtaDownload.com

فلسفی : بھلا تم نے یہ ریت کیوں بھر رکھی ہے۔

اعرابی : ریت اِس لیے بھر دی ہے تاکہ وزن برابر بٹ جائے۔

فلسفی : ریت کو بلا وجہ اُونٹ پر لادنے سے کیا فائدہ ہے،

ارے میاں! وزن برابر کرنے کے لیے تو یہ

کافی تھا کہ آدھے گیہوں ایک طرف بھر دیتے

اور آدھے دوسری طرف، اِس طرح وزن بھی برابر

تقسیم ہوجاتا اور اُونٹ پر بھی زیادہ بار نہ پڑنے پاتا۔

اعرابی : شاباش، اے حکیم! تو نے تو واللہ یہ خوب تدبیر

بتائی۔ مگر افسوس یہ ہے کہ تُو اس قدر عقل مند

ہونے پر بھی اِس قدر خستہ حال ہے۔ نہ تو تیرے

پاس سواری ہے، نہ پاؤں میں جُوتا ہے اور نہ سر پر ٹوپی ہے۔

اعرابی کو اُس کی حالت پر بہت رحم آیا

اور اُس کو اپنے اونٹ پر بٹھالیا۔ تھوڑی دیر کے

بعد پھر اُس نے فلسفی سے کہا کہ اے خوش بیان

حکیم! ذرا اپنا حال بیان کر اور سچ سچ بتا کہ تُو

کون ہے، مجھے تُو تو کہیں کا بادشاہ یا کسی بادشاہ

کا وزیر معلوم ہوتا ہے۔

فلسفی: میں نہ تو کہیں کا بادشاہ ہوں اور نہ کسی بادشاہ کا

وزیر ہوں، میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔

اعرابی: اچھا تو تمھارے پاس کتنے اُونٹ ہیں اور کتنے بیل ہیں؟

فلسفی: بھائی! میرے پاس نہ تو کوئی اُونٹ ہے اور

نہ بیل ہے۔ تم اس قسم کی باتیں کرکے زبردستی

میرا دل دکھا رہے ہو، اب اس ذکر کو چھوڑو اور

کوئی دُوسرا قصہ چھیڑو۔

اعرابی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم زراعت نہیں کرتے،

اچھا تو تم شاید تجارت کرتے ہو گے۔ بھلا تمھاری

دُکان میں کس قدر مال و اسباب ہوگا؟

فلسفی: ارے میاں! کہاں کی دُکان اور کدھر کا مال و اسباب،

میرے پاس تو ان میں سے ایک چیز بھی نہیں ہے۔

میں تو ایک تباہ حال، قلاش اور خانہ بدوش ہوں۔

Ald: 11797
R.B. SEARCH ... ACC. No 4549

نہ تو میری کوئی دُکان ہے اور نہ کوئی مکان ہے۔

اعرابی: اچھا جب یہ نہیں تو نقد روپیے تو تمہارے پاس ضرور ہوں گے۔ اس لیے کہ اوّل تو تم اکیلے ہو، پھر دونوں عالم کی کیمیا یعنی عقل و دانش کے موتی تمہاری جھولی میں بھرے ہوئے ہیں، خدا جانتا ہے کہ تم سے زیادہ عقلمند آدمی ابتک میری نظر سے نہیں گزرا، تم کچھ بھی کہو، مگر مجھے تو یقین ہے کہ تم بڑے دولت مند آدمی ہو اور تم نے کہیں نہ کہیں خزانہ تو ضرور دفن کر رکھا ہے۔

فلسفی نے کہا۔ اے عرب تو کیا شیخ چلّی کے منصوبے باندھ رہا ہے۔ عقلمند! میرے پاس تو رات کے کھانے کے لیے روٹی تک میسر نہیں ہے۔ تنگ دستی اور مفلسی میں اپنی زندگی بسر کر رہا ہوں نہ کھانے کے لیے کھانا ہے نہ رہنے کے لیے ٹھکانا ہے۔ میرے اِس حکمت اور فلسفے سے بجز پریشان خیالی اور دردِ سری کے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

RekhtaDownload.com

فلسفی کی زبان سے یہ باتیں سُن کر اعرابی نے نہایت نفرت اور توہین آمیز لہجہ میں کہا کہ پھر تو تُو مجھ سے دُور رہ، کہیں تیری نحوست مجھ پر نہ اثر کرجائے، اُو نحوست کے پُتلے، یہ تیری منحوس حکمت تیرے لیے ہی نہیں بلکہ تمام دُنیا کے لیے مُوجبِ نحوست ہے، چل میرے اُونٹ پر سے اُتر اور اپنا رستہ لے۔ تُو نہایت ذلیل اور خوار آدمی ہے۔ میرے اُونٹ کی پیٹھ پر ایک طرف گیہوں کا انبار اور دوسری طرف ریت کا بار تیرے حکمت کے موتیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔

گر تو خواہی کایں شقاوت کم شود — جہد کن، تا از تو حکمت کم شود

(اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی تجھ سے کم ہوجائے — تو کوشش کر کہ یہ دنیوی حکمت تجھ سے کم ہوجائے)

حکمتے کز طبع زاید و زخیال — حکمتے بے فیضِ نورِ ذوالجلال

(اس وجہ کہ جو حکمت طبیعت اور فکر سے پیدا ہو — وہ نورِ حق سے بے فیض ہوتی ہے)

حکمتِ دنیا فزاید ظنّ و شک — حکمتِ دینی برد فوقِ فلک

(دنیوی حکمت سے شک اور شبہ زیادہ ہوتا ہے — اور دینی حکمت عالمِ بالا کی سیر کراتی ہے)

RekhtaDownload.com

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے — راہ آں باشد کہ پیش آید شہے

(فکر وہ ہے جو انسان کے لیے راہِ مقصود کھول دے — اور راستہ وہ ہے جس پر چلنے سے بادشاہ تک رسائی ہو)

شاہ آں باشد کہ از خود شہ بُود — نے بہ مخزن ہا و لشکر شہ بُود

(بادشاہ وہ ہے جو اپنی ذات سے بادشاہ ہو — نہ کہ خزانہ اور لشکر سے بادشاہ ہو)

نتیجہ: ناکارہ اور بدنصیب عالم کارگزار اور خوش نصیب جاہل سے بدرجہا بہتر ہے۔

RekhtaDownload.com

نیکی اور بدی

روح باز است و طبائع زاغہا　　دارد از زاغاں تنِ تو داغہا

(روح باز ہے اور طبیعتیں کوے کی طرح ہیں　　تمھارے جسم پر جو داغ ہیں وہ انھیں کوّوں کے باعث ہیں)

RekhtaDownload.com

جاں چہ باشد باخبر از خیر و شر — شاد از احسان و گریاں از ضرر

(روح کس چیز کا نام ہے، اس کا جو نیکی اور بدی کو جانتی ہے — وہ فائدے سے خوش اور نقصان سے رنجیدہ ہوتی ہے)

روح را تاثیر آگاہی بود — ہر کرا ایں بیش اللّٰہی بود

(روح کی تاثیر ادراک ہے — جس میں یہ زیادہ ہو وہ اللہ والا ہے)

جسم سایہ، سایۂ سایہ دل است — جسم کے اندر خور پایہ دل است

(جسم روح کے سایے کا سایہ ہے — جسم کو بھلا روح سے کیا نسبت ہے)

جاں نہاں اندر خلا ہمچو سجاف — تن تقلب می کند زیر لحاف

(روح خلا میں سنجاف کی طرح مخفی ہے — اور بدن لحاف کے نیچے کروٹیں بدلتا ہے)

ایک سوداگر اور امیر

کسی سوداگر نے ایک امیر سے کہیں جانے کے لیے عاریتہً گھوڑا مانگا۔ امیر نے اصطبل کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جاؤ اِس سپید گھوڑے پر بیٹھ کر چلے جاؤ۔ اُس نے کہا کہ وہ نہیں، کوئی دوسرا گھوڑا عنایت فرمائیے! پوچھا کہ یہ کیوں۔ اُس نے جواب دیا کہ وہ گھوڑا مُنہ زور ہے، دولتی مارتا ہے اور اس میں ایک بڑا عیب یہ ہے کہ بجائے آگے چلنے کے، وہ اپنی دُم کی طرف اُلٹا چلنے لگتا ہے۔

امیر نے ہنس کر کہا کہ پھر یہ پریشانی کی کونسی بات ہے، ارے میاں، اگر تمھیں گھر جانا ہے تو بجائے مُنہ کے اُس کی دُم اپنے گھر کی طرف کر دو۔

دُمِ ایں رہوارِ نفست شہوت است | زاں سبب پس پس رود آں خود پرست
(اس نفس کے گھوڑے کی دم حرص ہے | جس کی وجہ وہ خود پرست پیچھے ہی پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے)

شہسواراں در سباقت تاختند | خربطاں در پایگہ انداختند
دراہِ حق کے شہسوار تیز قدمی کے آگے بڑھ گئے | اور گدھوں کو پچھاڑیوں میں بندھا چھوڑ دیا)

نتیجہ: بظاہر آدمی کا رُخ منزلِ رُوحانی کی طرف ہوتا ہے لیکن اِس کی توجہ تمام خواہشات و لذات میں گرفتار ہوتی ہے اور قدم سی آگے بڑھنے کی بجائے اور پیچھے ہٹتا رہتا ہے اِس مرض کا علاج یہی ہے کہ دفعتہً خواہشات و لذّات کو ترک کرے تو پھر وہ پیچھے ہٹنا بھی عین ترقی ہو جائے گا۔

ایک بزرگ اور لڑکا

کہتے ہیں کہ کسی بزرگ نے ایک لڑکے سے پوچھا کہ صاحب زادے، ایک بات پوچھتے ہیں۔ ذرا سچ بتانا،

Rekhta Download.com

اور ایک ہی بات کہنا۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تمھاری عمر کیا ہوگی! اُس نے جواب دیا کہ یہی کوئی سترہ اٹھارہ سال کی ہوگی، مگر بہت ممکن ہے کہ سولہ سال کی ہو اور ایک حساب سے تو صرف پندرہ بلکہ چودہ سال ہی ہوتی ہے۔ بزرگ نے اُس کے مُنہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بے وقوف بس چُپ رہ اور اِس قدر تیزی کے ساتھ پیچھے نہ ہٹ۔ اگر عمر کے گھٹنے کی یہی رفتار رہی تو مجھے ڈر ہے کہ تو پھر اپنی ماں کے پیٹ میں نہ جا بیٹھے۔

نے چو تو پس رو کہ ہردم پستری | سوئے سنگے میروی از گوہری

(نے: تیری طرح پس رو کہ پیچھے ہی ہٹتا چلا جاتا ہے | اور موتی سے پتھر بنتا چلا جاتا ہے)

نتیجہ: انسان کو علم و اخلاق میں بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے بڑھنا چاہیے اور بجائے پستی کے بلندی پر چڑھتے رہنا چاہیے۔

مجنوں اور اونٹنی

نقل ہے کہ مجنوں اونٹنی پر سوار ہو کر لیلیٰ سے ملنے کے لیے

چلا۔ اتفاقاً اونٹنی بچے والی تھی اور بچہ گھر ہی میں باندھ دیا تھا۔ مجنوں کو لیلیٰ کا خیال تھا اور اونٹنی کو بچے کی فکر تھی۔ جب مجنوں لیلیٰ کی دھن میں محو ہو جاتا تو مہار ہاتھ سے چھوٹ جاتی۔ اونٹنی مجنوں کو غافل پاکر اپنے گھر کا رُخ کرتی تھوڑی دیر کے بعد مجنوں کو ہوش آتا تو پھر مہار کھینچ کر اس کا رُخ لیلیٰ کی منزل کی طرف پھیر دیتا، دو چار کوس جانے کے بعد مجنوں پر پھر محویت طاری ہو جاتی، اور اونٹنی پھر اپنے بچے کی للک میں گھر کا رُخ کرتی۔ رستہ تو صرف تین چار منزل کا تھا مگر اس کشمکش میں مہینوں گزر گئے اور ایک منزل بھی طے نہ ہوئی۔

یہ کیفیت دیکھ کر مجنوں اتر پڑا اور اونٹنی سے کہا کہ چونکہ ہم دونوں عاشق ہیں اور دونوں اپنے اپنے معشوق کی طرف کھنچ رہے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہے، اس لیے تو میری ہمراہی کے لایق نہیں ہے۔

جاں کشاید سوئے بالا بالہا — در زدہ تن در زمیں چنگالہا

(جان بلندی کی طرف اڑنا چاہتی ہے — اور جسم زمین میں پنجے گاڑے ہوا ہے)

این دو ہمرہ یک دگر را راہزن
گمرہ آں داں کو فرو ناید ز تن

(یہ دونوں ہمراہی ایک دوسرے کے رہزن ہیں
اور جو جان تن سے اتر نہ سکے وہ گمراہ ہے)

جاں ز ہجرِ عرش اندر فاقہ
تن زِ عشق خاربن چوں ناقہ

(روح عرش کی جدائی سے فاقہ میں ہے
اور جسم تعلقاتِ دنیوی کی محبت سے ناقہ کی طرح)

نتیجہ: انسان کی بھی یہی حالت ہے، وہ رُوح اور نفس کی کشمکش میں پڑا ہوا ہے، رُوح عرشِ معلیٰ کی سیر کرنا چاہتی ہے اور جسم چھپکلی کی طرح دُنیا سے چمٹا ہوا ہے۔

RekhtaDownload.com

خرگوش اور شیر

ایک سرسبز سبزہ زار میں بے شمار وحشی جانور آباد تھے، مدّت دراز سے ایک شیر ان کی تاک میں لگا ہوا تھا۔ شیر روزانہ آتا، دو چار جانور زخمی کرتا، دو چار کو ادھمُوا کرتا اور اُن میں سے سب سے بڑا شکار انتخاب کر کے اپنے

اُٹھائے جاتا۔

ایک روز تمام جانور مشورہ کرکے شیر کے پاس آئے اور کہا کہ ہم گھر بیٹھے آپ کو روزانہ خوراک پہنچا دیا کریں گے، آپ وہاں تشریف لانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں، اس سے آپ کو بھی سہولت سے شکار مل جائے گا اور ہم بھی اطمینان سے زندگی بسر کر سکیں گے۔

شیر نے اپنے شاہانہ لطف و کرم سے اُن کی استدعا منظور کر لی مگر کہا کہ دیکھو، میں بہت دھوکے کھا چکا ہوں اور جانوروں کے ہاتھوں سے بہت مصیبتیں اُٹھا چکا ہوں، کہیں تم بھی اُن کی طرح مجھ سے مکر و فریب نہ کر بیٹھنا! سب نے عرض کی کہ حضور، ایسا ہرگز نہ ہوگا اور ہم بغیر کسی عُذر و حیلے کے آپ کا خاصہ بلاناغہ وقتِ مقررہ پر حاضر کر دیا کریں گے۔

اس مُعاہدے اور سمجھوتے کے بعد تمام جانور خوشی کے نعرے مارتے ہوئے اپنی چراگاہ کی طرف واپس ہوئے اور وہاں پہنچ کر یہ تصفیہ کیا کہ روزانہ قرعہ ڈالا جائے اور جس جانور

RekhtaDownload.com

نام قرعہ پڑے وہ بغیر چوں و چرا شیر کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

اب جس کے نام قرعہ پڑتا تھا وہ شیر کے پاس دوڑتا ہوا چلا جاتا تھا۔ ایک عرصے تک یہ طریقہ جاری رہا۔ اتفاق سے ایک روز قرعہ خرگوش کے نام پر پڑا۔ جب خرگوش نے دیکھا کہ اپنی ہی جان پر آبنی ہے تو بگڑ کر کہا کہ آخر یہ ظلم و ستم کب تک ہوتا رہے گا؟ جانوروں نے کہا کہ ہم نے شیر سے عہد کرلیا ہے اور اس کا وفا کرنا ہمارا فرض ہے، تو ہمارا اور ہمارے اطمینان کا دشمن نہ بن۔ اب تو کان دبائے سیدھا چلا جا، کہیں ایسا نہ ہو کہ شیر اس ناگواری کی بو پاکر خفا ہو جائے اور پھر ہمیں وہی روز بد دیکھنا پڑے۔

شیر نے کہا کہ یارو، تم نہ گھبراؤ، میں ایک ایسی تدبیر کرتا ہوں، جس کی بدولت تم سب مصیبت اور غلامی کی زنجیروں سے نجات پا جاؤ گے۔ جانوروں نے کہا کہ او بے وقوف، یہ کیا لاف زنی کر رہا ہے، تو اپنی کھال سے باہر نہ اچھل اور زیادہ شیخی نہ بگھار۔ وہ کہنے لگا کہ یارو، اس وقت خدا کی طرف سے

RekhtaDownload.com

میرے دل میں ایک بات پیدا ہوگئی ہے اور مجھ کو ایک ایسی زبردست تدبیر سُوجھ گئی ہے کہ شیر کو مچھر کی طرح فنا کردوں گا۔

سب نے وہ تدبیر پوچھی مگر اُس نے وہ راز کسی پر ظاہر نہ کیا اور دل ہی دل میں تمام جوڑ توڑ سوچ کر شیر سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔

خرگوش نے شیر کے پاس پہنچنے میں دیر کی اور کھڑا ہوا تدبیریں سوچتا رہا۔ اُدھر شیر مارے غصّے کے پتھر چبا رہا اور زمین نوچ رہا تھا اور غرّا غرّا کر کہہ رہا تھا کہ آج ہمارے راتب نے حاضر ہونے میں کیوں دیر کی، ہم پہلے ہی سمجھے ہوئے تھے کہ ان کمینوں کا وعدہ کچّا ہوگا۔

شیر نے انتظار کی آگ، بدعہدی کے غصّے اور غیظ و غضب کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں دیکھا کہ خرگوش بے خوف و خطر، گستاخانہ، بے باکانہ اور کینے میں بھرا ہوا چلا آرہا ہے۔ نزدیک پہنچا تو شیر نے وہیں سے ڈپٹ کر کہا کہ خبردار! او ناخلف، ناہنجار ہم نے بڑے بڑے دیوہیکل سانڈوں کے پرخچے اُڑا دیے ہیں اور

بڑے بڑے شیروں کے ٹکڑے کر ڈالے ہیں، پھر بھلا تیری کیا حقیقت ہے جو ہمارے حکم کے خلاف ورزی کرے!

خرگوش نے کہا کہ اے بادشاہ، برائے خدا اِس مظلوم کا بھی عذر سُن لیجیے اُس کے بعد جو جی چاہے وہ سزا دیجیے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ایک پہر دن کے قریب ایک دوسرے خرگوش کے ساتھ جو فربہی میں مجھ سے تگنا تھا۔ حضور کی جانب آرہا تھا کہ یک بہ یک ایک شیر نے ہمیں ٹوکا اور سرکار کی طرف جانے سے روکا۔ ہم نے اُسے بہت سمجھایا کہ ہم سرکار کے غلام ہیں مگر وہ گرج کر بولا کہ کون ہے وہ سرکار؟ بس ہمارے سامنے کسی کمینے کا ذکر نہ کرنا، یہاں سے ذرا قدم آگے بڑھایا تو تیرے اور تیرے بادشاہ دونوں کے پرخچے اُڑا دوں گا، پھر تھوڑی دیر کے بعد اُس نے میرے ساتھی کو پکڑ لیا اور مجھ کو چھوڑ دیا۔ حضور، اب وہ رستہ بند ہوگیا۔ اگر حضور واقعی حسبِ معاہدہ روزینہ چاہتے ہیں تو اُس گستاخ شیر کو ہمارے رستہ سے رفع کر دیجیے۔

شیر نے بپھر کر کہا کہ وہ دوسرا شیر کہاں ہے! آگے چل اور مجھے جلد بتا، اگر تو سچ کہتا ہے تو ابھی اس کے ٹکڑے اُڑا دوں گا، اور جھوٹ کہتا ہے تو تیری تکا بوٹی کر کے وہیں چیل کوؤں کو تقسیم کر دوں گا۔

یہ سُن کر خرگوش آگے ہولیا اور شیر اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد خرگوش شیر کو ایک گہرے کنوئیں کے پاس لے آیا اور کہا کہ حضُور، حریف اِس کنوئیں میں ہے اور وہ دیکھیے میرا ساتھی بھی یہیں مقید ہے۔

شیر نے خرگوش کے کہنے کے مطابق کنوئیں میں جھانکا تو پانی میں اپنا اور خرگوش کا عکس دیکھا۔ شیر مارے غُصّے کے ہوش و حواس کھو بیٹھا اور اپنے عکس کو حریف اور خرگوش کے عکس کو وہی موٹا خرگوش سمجھا۔ دشمن پر حملہ کرنے کے لیے شیر نے ایک جست کی اور کنوئیں میں جا پڑا اور غوطے کھا کھا کر وہیں ڈوب گیا۔ تمام جانوروں نے اُس کے ظلم سے رہائی پائی اور خوب عید منائی۔

RekhtaDownload.com

شیر را خرگوش در زندان نشاند | ننگ شیرے کو ز خرگوشے بماند

(خرگوش نے شیر کو قید میں پھنسا دیا | شیر ہو کر خرگوش سے مغلوب ہونا شرم کی بات ہے)

در چنیں ننگی و آنگہ ایں عجب | فخر دیں خواہی کہ گویندت لقب

(اے شخص تو ایسی شرمناک حالت میں رہ کر | یہ چاہتا ہے کہ لوگ تجھے فخرِ دین کا لقب دیں)

اے تو شیرے در تگِ ایں چاہ فرد | نفس چوں خرگوش خونت ریخت و خورد

(تیری روح شیر کی طرح اس کنوئیں میں ہے | اور نفس نے خرگوش کی طرح اس کو ہلاک کر دیا)

نفسِ خرگوشت بہ صحرا در چرا | تو بہ قعرِ ایں چہ چون و چرا

(تیرا نفس خرگوش علوم ظاہری کے جنگلوں میں چر رہا ہے، | اور تیری روح چون چرا کے کنوئیں میں غوطے کھا رہی ہے)

نتیجہ: تو بڑا فقیر بنا بیٹھا ہے اور اپنے عقیدتمندوں کا روزانہ خون چوستا رہتا ہے، تیرا نفس اور جسم تو مزے اڑا رہے ہیں مگر تیری روح ناپاکی کے کنوئیں غوطے پر غوطے کھا رہی ہے۔

ایک بوڑھے اور طبیب کا مکالمہ

بوڑھا: مجھے اپنے دماغ کی کمزوری سے بہت سخت تکلیف ہے۔

RekhtaDownload.com

طبیب : یہ ضعفِ دماغ بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

بوڑھا : میری بصارت میں بھی فرق آگیا ہے۔

طبیب : یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

بوڑھا : میری کمر میں درد رہتا ہے۔

طبیب : یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

بوڑھا : میں جو کچھ کھاتا پیتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا۔

طبیب : یہ ضعفِ معدہ بھی بڑھاپے کے سبب سے ہے۔

بوڑھا : اور حکیم صاحب! جب میں چلتا پھرتا ہوں یا بات چیت کرتا ہوں تو سانس پھول جاتا ہے۔

طبیب : ٹھیک ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "یک پیری وصد عیب" جب بڑھاپا آتا ہے تو انسان میں سو طرح کے عیب پیدا ہو جاتے ہیں۔

بوڑھا : اور حکیم صاحب، میرے پاؤں بھی بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ رستہ نہیں چلا جاتا۔

طبیب : جی ہاں، گویا یہ سمجھیے کہ بڑھاپے نے آپ کے

ہاتھ پانو توڑ کر گوشہ نشین بنا دیا ہے ۔

بوڑھا : ذرا میری کمر تو دیکھیے، بالکل کمان کی طرح خم ہو گئی ہے۔

طبیب : ٹھیک ہے، بڑھاپے میں ایسا ہی ہوتا ہے ۔

بوڑھا : اور حکیم صاحب! میری آنکھوں سے بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ دیکھیے بالکل تاریک اور بے نور ہو گئی ہیں۔

طبیب : بے شک، یہ بھی بڑھاپے کی بدولت ہے ۔

آخر کار بڈھے سے نہ رہا گیا، تنگ آکر کہنے لگا کہ اے بے وقوف، تو جب سے ایک ہی راگ گائے چلا جاتا ہے ۔ کیا تو نے صرف اسی قدر طب سیکھی ہے کہ ہر مرض کا سبب بڑھاپے ہی کو قرار دے۔ ارے ناسمجھ، تجھے اتنی بھی عقل نہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے، نادان، احمق کہیں کا، تو نے دو بول پڑھ کر خود کو حکیم حاذق اور طبیبِ کامل سمجھ رکھا ہے۔

طبیب نے جواب دیا کہ بڑے میاں، تم تو سٹھیا گئے ہو، یہ غیض و غضب بھی بڑھاپے کی ہی وجہ سے ہے۔ چونکہ تمھارے سب اعضا ضعیف ہو گئے ہیں، اس لیے تمھاری خودداری اور

RekhtaDownload.com

صبر و تحمل میں بھی ضعف آگیا ہے۔

بر نتابد در بحن، زاں ہے کند | تاب یک جرعہ ندارد، قے کند

(اُسے ذرا سی آپ کی برداشت نہیں رہتی اور باہر کرتا ہے | ایک جام کی تاب نہیں رہتی اور قے کرنے لگتا ہے)

جز مگر پیرے کہ از حق است مست | در درونِ او حیاتِ طیّبہ است

(سوا اُن بوڑھوں کے جو شرابِ معرفت سے سرشار ہیں | بظاہر ان کا جسم بوڑھا ہوتا ہے مگر ان کے اندر حیاتِ طیبہ ہے)

از برون پیر است و در باطن صبی | خود کیانند آں ولی و آں نبی

(وہ بظاہر بوڑھا ہوتا ہے مگر باطن میں معصوم بچہ ہے | اور وہ کون ہیں؟ اولیا اور انبیا ہیں)

نتیجہ: انسان کے سب امراض کی جڑ توجہ بغیرِ حق ہے۔ اولیا انبیا میں یہی مرض نہیں ہوتا وہ شرابِ معرفت سے سرشار رہتے ہیں اس لیے اُن میں حیاتِ طیبہ عطا فرمائی گئی ہے اور وہ بچوں کی طرح مگن، بےغم اور تازہ دم رہتے ہیں۔

کنواں اور پپایا

کہتے ہیں کہ کسی کنوئیں کے گرد ایک اونچی دیوار تھی،

RekhtaDownload.com

اور اس دیوار پر ایک پیاسا بیٹھا ہوا اینٹیں نکال نکال کر پانی میں پھینک رہا تھا۔ پانی نے چلّا کر کہا کہ بھلا اس طرح اینٹیں پھینکنے سے کیا فائدہ ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ دو فائدے ہیں: پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ تیری آواز سے مجھے تسکین ہوتی ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو اینٹ اس دیوار سے نکالتا ہوں، دیوار گھٹتی جاتی ہے اور میں تیرے نزدیک ہوتا جاتا ہوں۔

ہین غنیمت دار جوانی اے پسر — سر فرود آور بکن خشت و مدر

(اے فرزند جوانی کو غنیمت جان — عاجزی اختیار کر اور بدی کی اینٹوں کو توڑ)

پیش ازاں کایّام پیری در رسد — گردنت بندد بحبلٍ من مسد

(پیشتر اس کے بڑھاپے کے دن پہنچ جائیں — اور تیری گردن رسّی سے باندھی جائے)

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ — قوّتِ برکندنِ آں کم شدہ

(اگر بدیوں کی جڑیں مضبوط ہو گئیں — تو ان کے اکھاڑنے کی قوت نہیں رہے گی)

نتیجہ: بدی کی دیوار کو توڑو تاکہ نیکی اور خدا کی قُربت حاصل ہو۔

RekhtaDownload.com

بلی اور آدھ سیر گوشت

کہتے ہیں کہ ایک شخص کی بیوی نہایت چٹوری، فضول خرچ اور باتونی تھی۔ وہ جو چیز لاتا تو یہ فوراً خرچ کر ڈالتی۔ جب وہ پوچھ گچھ کرتا تو یہ اوٹ پٹانگ جواب دے کر اسے خاموش کر دیا کرتی تھی۔

ایک روز اس شخص نے اپنے کسی دوست کی دعوت کی، آدھ سیر گوشت بازار سے لایا اور پکانے کے لیے بیوی کے حوالے کر دیا۔ بیوی وہ گوشت تل کر کھا گئی۔ جب شام کے وقت اس نے کھانا مانگا تو بیوی نے کہا کہ وہ گوشت تو بلی کھا گئی، بازار سے آدھ سیر اور خرید لاؤ تو میں ابھی پکا دیتی ہوں۔ اس نے کہا کہ اچھا اگر بلی نے کھایا ہے تو میں اسے تول کر ابھی معلوم کر لیتا ہوں۔ فوراً ترازو لایا اور بلی کو تولا تو اس کا وزن

RekhtaDownload.com

آدھ سیر نکلا۔ اُس نے چلّا کر کہا کہ اُو دغا باز! میں تو بازار سے آدھ سیر گوشت لایا تھا اور اِس بلّی کا وزن بھی آدھ سیر نکلا۔ بس اگر یہ بلّی ہے تو وہ گوشت کہاں ہے اور اگر یہ گوشت ہے تو پھر وہ بلّی کہاں ہے۔

بایزید ار ایں بود آں روح چیست | ور وے آں روح است ایں تصویر کیست
(اگر اس جسم کا نام بایزید ہے تو وہ روح کہاں ہے، | اور اگر وہ روح ہے تو یہ تصویر کس کی ہے)

حیرت اندر حیرت است اے یارِ من | ایں نہ کارِ تست نے ہم کارِ من
(اے دوست! بس حیرت ہی حیرت ہے، | نہ تو یہ تیرا کام ہے اور نہ میرا کام ہے)

روح بے قالب نہ تنہا کار کرد | قالبِ بے جاں بود بے کار و سرد
(روح بے قالب کے کوئی کام نہیں کر سکتی | اور جسم بغیر روح کے بے کارِ محض ہے)

قالبِ بے جاں کم از خاک است و دوست | روح چوں مغز است قالب ہمچو پوست
(وہ قالب جس میں روح نہ ہو مٹی سے بدتر ہے | روح مثل مغز کے ہے اور قالب مثل پوست کے ہے)

او یکے جاں دارد از نورِ منیر | اُو یکے تن دارد از خاکِ حقیر
(وہ ایک جان رکھتا ہے جو نور سے زیادہ منور ہے | اور ایک جسم رکھتا ہے جو خاک سے زیادہ حقیر ہے)

RekhtaDownload.com

اے عجب ایں است او یا آں بگو — کہ بماندم در شکال و جستجو

بتاؤ کہ یہ وہ (جسم) ہے یا یہ (روح) ہے — کیونکہ میں اس کی وجہ سے اندیشے اور جستجو میں ہوں

گر دے نیست ایں ابرار چیست آں — پُرشدہ از نورِ او ہفت آسماں

(اگر وہ یہ (جسم) ہے، تو بھلا وہ (جان) کیا چیز ہے — جس کے نور سے ساتوں آسمان روشن ہیں)

ور دے آنست ایں اے دوست چیست — اے عجب زیں دو کدامین است کیست

(اور اگر وہ (روح) ہے، تو یار یہ جسم کیا چیز ہے — تعجب ہے کہ ان دونوں میں سے وہ کیا ہے اور یہ کیا ہے)

نتیجہ: حقیقت نامعلوم ہے، ماہیت کے ثبوت پر اہلِ حس جسم کہتے ہیں اور اہلِ عقل رُوح کہتے ہیں۔ حالانکہ ماہیت سے دونوں ثابت ہیں۔

سوداگر اور تُوتا

ایک سوداگر کے پاس نہایت خُوبصورت توتا پلا ہوا تھا۔ اتفاقاً اُس کو ہندستان کا سفر درپیش ہوا چلتے وقت ہر ایک سے دریافت کیا کہ واپسی کے وقت تمھارے واسطے

RekhtaDownload.com

کیا سوغات لاؤں؟ ہر شخص نے اپنی اپنی پسند کے مطابق فرمایش کی۔ جب توتے کی باری آئی تو اُس نے کہا کہ وہاں جاکر آپ جس جگہ توتوں کا جمگھٹ دیکھیں تو اُن سے میرا حال زار بیان کردینا اور کہنا کہ جو توتا میرے قبضے میں ہے وہ جان و دل سے تمھاری دید کا مشتاق ہے۔ اُس نے سلام کہا ہے اور تم سے رہائی کی تدبیر دریافت کی ہے سوداگر نے اُس کی فرمایش بھی لکھ لی اور سفر پر روانہ ہوگیا۔

جب سوداگر ہندستان پہنچا تو اُس نے ایک جگہ چند توتوں کو دیکھا۔ فوراً سواری روکی اور انھیں مخاطب کرکے اپنے توتے کا پیغام پہنچا دیا۔ تھوڑی دیر میں سوداگر نے دیکھا کہ اُن توتوں میں سے ایک توتا پیغام سُن کر تھرتھرایا، پھر لرز کر گرا اور تھوڑی دیر میں تڑپ کر مرگیا۔ سوداگر اپنی حرکت پر بہت نادم ہوا کہ ناحق میں نے اِس بے چارے جانور کا خون کیا اور دل میں خیال کیا کہ شاید یہ اُس توتے کا رشتہ دار تھا جو اُس کا پیغام سنتے ہی اس طرح پھڑک کر مرگیا۔

کچھ عرصے کے بعد سوداگر اپنا کاروبار ختم کرکے وطن واپس آیا۔ سب کو تحفے تحائف تقسیم کیے۔ توتے نے پوچھا کہ فرمائیے میرا تحفہ کہاں ہے؟ آپ نے جو کچھ اُن سے کہا اور جو کچھ جواب ملا وہ مفصل طور پر بیان فرمائیے۔ سوداگر نے کہا کہ میں اُس واقعے کو ہرگز ہرگز بیان نہیں کروں گا۔ مجھے اُس واقعے سے بڑی ندامت ہوئی ہے توتے نے کہا کہ آخر کچھ تو فرمائیے؟ سوداگر نے بہ مجبوری تمام وہ قصہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے تیرے ہمجنسوں کو تیرا پیغام پہنچا دیا مگر اُن میں سے ایک توتا تیرا حال سُن کر اس قدر متاثر ہوا کہ اُس کا جگر پاش پاش ہوگیا۔ اُوپر سے گرا اور اس قدر لرزہ براندام ہوا کہ جانبر نہ ہوسکا۔

سوداگر کے توتے نے جب یہ واقعہ سُنا تو وہ بھی پھڑپھڑایا، پنجرے میں گرا اور تڑپ کر مرگیا۔ سوداگر یہ سانحہ دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ اپنی ٹوپی زمین پر دے ماری اور گریبان چاک کرکے توتے کے غم میں آہ و زاری شروع کردی۔ جب رو پیٹ چکا

تو اُس مردہ توتے کو پنجرے سے نکال کر باہر پھینک دیا۔
مگر اُس نے دیکھا کہ وہ توتا زمین پر گرتے ہی فوراً اُڑا اور
ایک درخت کی شاخ پر جا بیٹھا۔ سوداگر یہ حال دیکھ کر
حیران ہوگیا اور توتے سے پوچھا کہ اے توتے! ذرا ہمیں
بھی تو بتا کہ اس توتے کے مرنے سے تو نے کیا سیکھا۔

توتے نے کہا کہ میرے محسن نے اپنی اِس حرکت
سے مجھے یہ سکھایا کہ تو بولنا اور چہچہانا چھوڑ دے۔ تیری
خوش بیانی اور شیریں زبانی نے تجھے پنجرے میں قید کیا ہے۔
اگر تو اپنے اختیار سے مرکر فانی مسرّتوں اور لذّتوں کو
ترک کردے گا تو آزاد ہوجائے گا۔

خواجہ باخود گفتہ ایں پندِ من است
راہِ او گیرم کہ ایں رہ روشن است
(خواجہ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ میرے لیے نصیحت ہے
میں ہی رستہ چلوں گا جس کی رہبری تو تے نے کی ہے)

جانِ من کمتر ز طوطی کے بود
جاں چنیں باید کہ نیکو پے بود
(مجھے کسی طرح حیوان سے گھٹ کر نہ رہنا چاہیے
آدمی وہی ہے جو کسی نیک کے قدم بقدم چلے)

یعنی ، مُردن ز طوطی بُد نیاز
در نیاز و فقر خود را مُردہ ساز

(توتے کا مرنا عجز و نیاز کا اظہار تھا
اس طرح فقر و نیاز میں تو اپنے آپ کو بھی مُردہ بنالے)

تا دمِ عیسیٰ ترا زندہ کُند
ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کُند

(تاکہ خدا کا لطف از سرِ نو تجھے زندہ کرے
اور اپنی ذات کی طرح تجھے بھی بابرکت بنادے)

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گُل بروید رنگ رنگ

(موسم بہار میں پتھر پر سبزہ نہیں اُگتا
خاک ہو جا تاکہ اس پر رنگ رنگ کے پھول پیدا ہو جائیں)

سالہا تو سنگ بُودی دلخراش
آزمُودن یک زمانے خاک باش

(تو مدتوں تک دلخراش پتھر رہا ہے
امتحاناً اب چند روز خاک ہو کر بھی دیکھ)

نتیجہ : مسلسل آرزوئیں اور فضول تمنائیں انسان کو جنجال میں پھنسا دیتی ہیں۔ جو شخص اُن کو ترک کردے اور عجز و نیاز اختیار کرے وہی آزاد ہے۔

پاداشِ عمل

ایں جہاں کوہ است و فعلِ ما ندا ۔۔۔ سوئے ما آید نداہا را صدا

(یہ دنیا پہاڑ ہے اور ہمارا عمل آواز ہے ۔۔۔ جو آواز نکلتی ہے وہ گونج کر واپس آجاتی ہے)

RekhtaDownload.com

علمی ادبی ماہوار رسالہ

ہندستانی ادب

حیدرآباد دکن

کج روی جف القلم کج آیدت
راستی آری سعادت زایدت

(اگر ٹیڑھا چلے گا تو تجھ بھی ٹیڑھا پائے گا
اگر سیدھا چلے گا، تو تجھے اچھا پائے گا)

ظلم آری مدبری جف القلم
عدل آری برخوری جف القلم

(ظلم کرے گا تو نتیجہ بھگتے گا، یہ قلم لکھ کر سوکھ گیا۔
انصاف کرے تو پھل پائے گا، یہ قلم لکھ کر سوکھ گیا)

ذرہ گر جہد تو افزوں شود
ورترازوئے خدا موزوں شود

(اگر ایک رتی برابر بھی تیری کوشش زیادہ ہوگی
تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا)

بل جفا ہم را جفا جف القلم
وال وفا ہم را وفا جف القلم

(برائی کا بدلہ برائی لکھ قلم سوکھ گیا
اور بھلائی کا بدلہ بھلائی لکھ کر قلم سوکھ گیا)

RekhtaDownload.com

ہندستان کے جنگل میں ایک قافلہ اور ہاتھی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے شناسائیوں کے ایک گروہ کو دیکھا جو ہندستان کے کسی گھنے جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ یہ لوگ بہت دور سے چلے آ رہے تھے اور اُن کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو چکا تھا۔ بزرگ نے اُنھیں بُلایا اور نہایت شفقت سے کہا کہ یہ جنگل کربلا کا نمونہ ہے۔ یہاں کوسوں تک نہ تو پانی کا پتا ہے اور نہ کھانے کو غذا ہے۔ اس کے علاوہ اِس جنگل میں ہاتھی کثرت سے ہیں اور جگہ جگہ اُن کے خوبصورت خوبصورت بچے کھیلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اِن کا شکار بہت بھلا معلوم ہوتا ہے مگر اُن کی ماں بھی وہیں گھات میں لگی رہتی ہے۔

اگر اُس کے بچّوں کو کوئی کھاتا ہے تو وہ اپنی سُونڈ سے چنگاریاں چھوڑ چھوڑ کر سیکڑوں کوس تک تعاقب کرتی ہے اور جس شخص کے مُنہ سے اُس کے بچّے کے گوشت کی بُو آتی ہے تو وہ اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اس لیے، اے دوستو، اگر تم کو بھوک ستائے یا کھانے پینے کی کوئی چیز میسّر نہ آئے تو جنگل کی پھل پھلاری سے اپنا پیٹ بھر لینا مگر خدا کے واسطے ہاتھی کے بچّوں کو ہرگز ہاتھ نہ لگانا۔ سب لوگوں نے اُس بزرگ کی نصیحت سُنی اور گردن ہلا کر چل دیے۔

رستہ میں یک بہ یک اُنھیں ہاتھی کا ایک موٹا تازہ بچّہ نظر آیا۔ سب کے سب بھوکے بھیڑیوں کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑے۔ اور بھون بھان کر چٹ کر گئے۔ مگر ایک ساتھی نے اُن کا ساتھ نہ دیا بلکہ سب کو سمجھاتا رہا کہ دیکھو، اُس بزرگ نے ہمیں نصیحت کی تھی۔ اس پر ضرور عمل کرنا چاہیے مگر اس کی آواز نقار خانہ میں طوطی کی آواز ہو کر رہ گئی۔ سب اس کا مذاق اُڑانے لگے کہ میاں، تم تو دیوانے ہو، بھلا ہمیں ہمارا اُٹھ

سُونگھنے کے لیے یہاں کہاں سے آئے گی۔ سب نے جی بھر کر کھایا مگر اُس شخص نے مطلق ہاتھ تک نہ لگایا۔

غرض یہ کہ انھوں نے وہیں منزل کی اور کھا پی کر سو گئے مگر اُن کا ساتھی بھوکا پیاسا اُن کی پاسبانی کرتا ہوا بیٹھا رہا۔ اُس نے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ ایک ہیبت ناک ہتھنی بپھرے ہوئے شیر کی طرح چنگھاڑتی ہوئی چلی آرہی ہے۔ اوّل تو وہ پاسبان کی طرف دوڑی۔ اس نے تین مرتبہ اُس کا مُنہ سُونگھا۔ جب کوئی ناگوار بُو اُس میں سے نہ آئی تو چند بار اُس کے گرد پھر کر چل دی اور اُس کو مطلق آزار نہ پہنچایا لیکن اُس کے ساتھی جو سو رہے تھے، اُن میں سے ہر ایک کا مُنہ سُونگھا، ہر ایک کے مُنہ سے اُس کے بچّے کی بُو آرہی تھی۔ چنانچہ اس نے ایک ایک ٹانگیں چیرنی شروع کردیں۔ کسی کو سُونڈ سے اُٹھا اٹھا کر پھینکتی تھی، کسی کو ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر چیر دیتی تھی۔ غرض یہ کہ سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور تھوڑی دیر میں سب کا قصّہ تمام کردیا۔

RekhtaDownload.com

اے خورندہ خونِ خلق از رہ بگرد — تا نیارد خونِ ایشانت نبرد

(او مخلوق کا خون پینے والے اس ظلم سے باز آ — تا کہ اُن کا خون تجھ سے بدلہ نہ لے)

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں — زانکہ مال از زور آید داں یقیں

(اُن کے مال کو یقیناً اُن کا خون سمجھ — اس وجہ سے کہ مال قوت سے حاصل ہوتا ہے)

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار — ہم برآرد خصم پیل از تو دمار

(او پارہ خوار تو ہاتھی کا جسم کے ٹکڑے کھاتا ہے — وہ ہاتھی تیرے دھوئیں اُڑا دے گا)

بوئے رسوا کرد مکر اندیش را — پیل داند بوئے بچہ خویش را

(اس کے منہ کی بو نے اس کو رسوا کر دیا — ہاتھی اپنے بچوں کی بو خوب پہچانتا ہے)

آنکہ یابد بوئے حق را از یمن — چوں نیابد بوئے باطل را زمن

(جس کو بوئے حق یمن سے مدینہ پہنچی ہے — اس کو میری بوئے باطل کیسے نہ پہنچے گی)

مصطفےٰ چوں بوئے برد از راہِ دور — چوں نیابد از دہانِ ما بخور

(مصطفےٰ کو جب اتنی دور کی بو پہنچ گئی — تو بھلا نزدیک کی بو کیسے نہ پہنچے گی)

ہم بیابد لیک پوشاند ز ما — بوئے نیک و بد برآید بر سما

(ضرور پہنچتی ہے مگر وہ پوشیدہ فرماتے ہیں — ورنہ اچھی بری بو تو آسمان تک پہنچ جاتی ہے)

RekhtaDownload.com

تو ہمی خسپی بوئے آن حرام — می زند بر آسمانِ سبز فام

(تو سوتا رہتا ہے اور اُن افعال کی بُو — آسمان کے اوپر پہنچتی ہے)

بُوئے کبر و بُوئے حرص و بُوئے آز — در سخن گفتن بیاید ہمچو پیاز

(نخوت، کبر، حرص اور غصہ کی بُو — بات کرنے میں ایسی آتی ہے جیسے پیاز کی بُو)

نتیجہ: خلقِ خدا پر تصرف کرنے والے ایک نہ ایک دن خدا کی گرفت میں آجاتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جاتے ہیں۔

RekhtaDownload.com

حضرت عمرؓ اور ایک چور

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک چور کو سپاہیوں کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اُس کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں۔ چور چلایا کہ اے امیرالمومنین، میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ میرا پہلا قصور ہے معاف فرمایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ حاشا للہ خداوند تعالیٰ پہلے مرتبہ کے جرم میں کسی کو سزا

نہیں دیتا، وہ اپنے فضل و کرم کا اظہار فرمانے کے لیے

بارہا پوشیدہ فرماتا ہے مگر جب وہ باز نہیں آتا تو پھر اپنی

عدل کی شان ظاہر فرمانے کے لیے اُسے گرفتار کراتا ہے۔

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش ، زانکہ تخم است و برویاند خدایش

(اگر تو نے برا کام کیا ہے تو بے فکر ہو کر نہ بیٹھ ، اس لیے کہ وہ بیج ہے اور خداوند تعالیٰ اسے اُگا دےگا۔)

چند گاہے او بپوشاند کہ تا ، آید آخر زاں پشیمانی حیا

(وہ اپنے کرم سے کئی مرتبہ پوشیدہ فرماتا ہے ، تاکہ کبھی تو اُسے پشیمانی اور حیا آئے)

نتیجہ : خداوند تعالیٰ اتفاقی گناہ پر گرفت نہیں کرتا

بلکہ اس گناہ پر جو بار بار کیا جائے۔

چور اور کوتوال

ایک چور نے کوتوال سے کہا کہ حضور، بھلا میرا اس میں

کیا قصور ہے، میں نے جو کچھ کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کے حکم

سے کیا ہے۔ کوتوال نے جواب دیا کہ اور جناب، اب میں

RekhtaDownload.com

جو کچھ سلوک تمھارے ساتھ کر رہا ہوں وہ بھی خداتعالیٰ کے حکم سے ہی کر رہا ہوں ۔

از دُکانے گر کسے ترّہ برد — کایں ز حکمِ ایزد است اے باخرد
(کسی کی دکان سے اگر کوئی مولی چرالے جائے — اور یہ کہے کہ عقلمند یہ خدا کے حکم سے ہے)

بر سرش کوبی دو سہ مشت اے کرہ — حکمِ حق است ایں کہ اینجا باز نہ
(تو تو اس کے سر پہ دو دو گھونسے رسید کرتا ہے — اور کہتا ہے کہ یہ بھی خدا کا حکم ہے اس کو یہیں رکھ دے)

در یکے ترّہ چو عذر ایں اے فضول — می نیاید پیشِ بقالے قبول
(تو اے فضول آدمی جب تیرا یہ عذر — ایک کونجڑے کے مقابلے میں کام دینا نہ ہوا)

تو بدیں عذر اعتمادی می کنی — گردِ مار و اژدہائے می تنی
(تو تو پھر کیا اعتبار کرتا ہے — اور سانپ بچھو کے گرد کیوں پھرتا ہے)

کس بدیں حجت چو معذورت نداشت — وز کفِ جلاّد ایں وارت نداشت
(جب ایسی حجت اور دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا — اور جلاّد کے ہاتھ سے تجھے اس عقیدے نے نہ بچایا ۔)

پس بدیں داور جہاں منظوم شد — حالِ آں عالم ہمت معلوم شد
(بس تو اس عالم کا حال تجھے اس سلسلے سے معلوم ہو گیا — کہ وہاں بھی تو معذور نہ رکھا جائے گا)

نتیجہ : نہ صرف برائی بتلائی بلکہ اس کا نتیجہ بھی

خدا ہی کی طرف سے ہے۔

ایک بزرگ اور عمید کے غلام

کہتے ہیں کہ ایک بزرگ محتاج، برہنہ، بے سروسامان اپنی جان سے بیزار، جاڑے کی شدّت سے تھرتھراتے رہتے تھے اور اپنی طویل قامتی اور بیوقوفی کی وجہ سے درگاہِ خداوندی میں بہت گستاخ تھے۔ ایک مرتبہ ہرات کے بازار میں اُنھوں نے دیکھا کہ چند نوجوان اطلس کے کپڑے پہنے، کمر میں سونے چاندی کی پٹیاں باندھے، نہایت زرق برق لباس میں، بڑی شان و شوکت کے ساتھ عربی گھوڑوں پر بیٹھے اُڑے چلے جا رہے ہیں۔ دل میں خیال کیا کہ شاید یہ لوگ شاہی خاندان سے ہیں، مگر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ عمید نامی سردار کے غلام ہیں۔ یہ بہت متاثر ہوئے اور فوراً آسمان کی طرف

نظر اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے خداوندِ عزّ و جل

تو ہمارے شہر کے اِس بے مثل رئیس سے سیکھ کہ غلاموں کو

کس طرح رکھا کرتے ہیں۔

چند روز کے بعد بادشاہِ وقت نے عمید کے کسی

حرکت پر ناخوش ہوکر اُسے قید کر دیا۔ پھر اُس کے غلاموں کو

گرفتار کر کے بڑی بڑی سخت سزائیں دیں۔ کبھی شکنجوں میں کھینچا کبھی

ٹکٹھی پر باندھا اور کبھی اِس بے دردی سے دُرّے مارے کہ

جس سے اُن کے تن بدن کی کھال نکل گئی اور جسم پاش پاش ہو گئے

مگر نہ تو کسی غلام نے اپنے آقا کا راز بتایا اور نہ اُس کے

خزانے کا پتا دیا۔

ہاتفِ غیبی نے خواب میں آکر اُن بزرگ کو عمید

کے غلاموں کا حالِ زار بتایا اور کہا کہ تو بندہ بننا بھی اوّل

عمید کے غلاموں سے سیکھ اور پھر ہمارے پاس آ۔

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں   گر بدر د گرگت آں از خویش داں

(تو نے کئی یوسفوں کی پوستین پھاڑی ہیں   اگر بھیڑیا تیری پوستین پھاڑ دالے تو اس کو اپنی طرف سے مت سمجھ)

انچہ می بافی ہمہ سالہ بپوش — انچہ می کاری ہمہ سالہ بنوش

(جو تو ہر روز بنتا ہے اُس کو سال بھر پہن — اور جو تو نے بویا ہے اُسے سال بھر کھا)

فعلِ تست این غصہ ہائے دمبدم — این بود معنیِ قد جفّ القلم

(بار بار جو تو غصہ کرتا ہے یہ تیرا فعل ہے — اور "جفّ القلم" کے یہی معنی ہیں)

کہ نگردد سنتِ ما از رشد — نیک را نیکی بود بد را بدست

(ہماری عادت کبھی سیدھے رستے سے نہیں ہٹتی — ہمارے پاس نیکی کا بدلہ نیکی اور بدی کا بدلہ بدی ہے)

ترکِ معشوقی کن و کن عاشقی — اے گماں بردہ کہ خوب و فائقی

(ناز و ادا کو چھوڑ اور خدمت گزاری کر — تو یہ گمان کیے بیٹھا ہے کہ تو سب سے فائق ہے)

نتیجہ: جس حال میں تو ہے، بس تو اسی کے اہل ہے، کیونکہ مالکِ حقیقی تیری فطرت سے بے خبر نہیں ہے۔

RekhtaDownload.com

شاہی گھوڑوں پر گدھے کا رشک

کہتے ہیں کہ ایک سقّے کا گدھا مصیبتیں اُٹھاتے اُٹھاتے سُوکھ کر کانٹا ہوگیا تھا۔ اُس کے تن بدن پر اِس کثرت سے

زخم تھے کہ مُنہ بھڑوں کا چھتّا اور پیٹھ چاند ماری کا تختہ معلوم ہوتی تھی۔ اُس بیچارے کو سبز گھاس تو رہی ایک طرف کبھی خشک گھاس بھی میسّر نہیں آتی تھی۔ ہاں اُٹھانے کے لیے وزنی بوجھ، کھانے کے لیے موٹا سا ڈنڈا اور کچوکے دینے کے لیے ایک آہنی سیخ ہر وقت تیّار رہتی تھی۔

شاہی اصطبل کے داروغہ سے اور سقّے سے ملاقات تھی۔ ایک روز داروغہ نے اُس کے گدھے کو دیکھا تو رحم آگیا۔ سقّے کو بُلاکر پوچھا کہ آخر تمھارا گدھا اِس قدر دُبلا کیوں ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میری فقیری اور محتاجی کی وجہ سے اِس کو چارا نہیں مِلتا اور یہ بے چارہ بے زبان ہے۔ کِس سے شکایت کرسکتا ہے۔ داروغہ نے کہا اچھا۔ تم اُسے شاہی اصطبل میں بھیج دو، یہ میری نگرانی میں رہ کر چند روز میں موٹا تازہ اور قوی و توانا ہوجائے گا۔ سقّے نے شکریہ ادا کیا اور گدھا اِس کے سپرد کرکے مُصیبت سے نجات پائی۔

داروغہ نے گدھے کو شاہی اصطبل میں بندھوادیا۔ وہاں

اُس نے عربی گھوڑے دیکھے جو نہایت تروتازہ اور موٹے تازے تھے۔ اُن کی بڑی نازبرداریاں ہو رہی تھیں۔ پانو کے نیچے جھاڑو دی جا رہی تھی، چاروں طرف چھڑکاؤ ہو رہا تھا، لوگ وقت پر گھاس دانہ دیتے تھے اور دونوں وقت کھریرا اور مالش کرتے رہتے تھے۔

گدھے نے گھوڑوں کے یہ چاؤ چوچلے دیکھے تو کہا کہ اے پروردگارِ عالم۔ میں نے مانا کہ میں گدھا ہوں، لیکن کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ میں ہمیشہ بھوکا پیاسا، خراب خستہ، زخمی اور دل شکستہ رہوں اور یہ گھوڑے اِس قدر خوش و خُرّم اور ٹھاٹھ باٹ سے رہیں۔

اتفاقاً چند روز کے بعد لڑائی چھڑی اور تمام گھوڑے میدانِ جنگ میں روانہ کیے گئے، جہاں دشمنوں کے تیروں سے اُن کے جسم چھلنی چھلنی ہو گئے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد یہ گھوڑے واپس آئے تو گدھے نے دیکھا کہ اُن کے جسم تیغوں کے گھاؤ اور برچھوں کے زخم سے چُور چُور ہیں۔

اصطبل میں آنے کے بعد سالوتریوں نے ان گھوڑوں کو لٹایا، رسّیوں سے پانو کسے، اور نشتروں سے اُن کے زخموں میں سے تیروں اور برچھیوں کے ٹکڑے نکالے۔ جب گدھے نے عربی گھوڑوں پر یہ مُصیبت دیکھی تو بہت رویا اور گڑگڑا کر کہا کہ خداوند، میں اُس ناداری اور محتاجی میں رہنے پر راضی ہوں لیکن اِس طرح کے زخم کھانے اور شان و شوکت کے ساتھ رہنے سے بالکل بیزار ہوں۔

راضیم من قسمتِ قسّام را — کو خداوند است خاص و عام را

(میں تقسیم فرمانے والے کی تقسیم پر راضی ہوں — جو سب کا پروردگار ہے)

مُرغ و ماہی قسمتِ خُود می خورند — مور و مار از نعمتِ اُو می چرند

(پرندے اور مچھلیاں اپنے حصے کی روزی کھاتی ہیں — اور سانپ اور چیونٹی اُس کی دی ہوئی نعمت کھا رہی ہے)

باش راضی گر توئی دل زندۂ — کو رساند روزیِ ہر بندۂ

(اگر تو زندہ دل ہے تو اُس کی تقسیم پر راضی رہ — کہ جو ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے)

RekhtaDownload.com

شکر کُن تا نایدت از بد بتر — ورنہ مانی ناگہاں در گِل چو خر

(تُو شکر کرنا کہ تیری حالت بد سے بدتر نہ ہو — ورنہ اچانک گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس جائیگا)

تا دہد دو غم نخواہم انگبیں — زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں

(مجھے جب تک وہ دو غم دیتا ہے تو میں شہد نہیں مانگتا — کیونکہ ہر نعمت کے ساتھ زحمت لگی ہوتی ہے)

گنج بے مار و گُل بے خار نیست — شادیِ بے غم دریں بازار نیست

(ہر خزانے کے ساتھ سانپ اور ہر پھول کے ساتھ کانٹا ہے — اور اس دنیا میں کوئی خوشی بغیر غم کے نہیں ہے)

نتیجہ: جن کو دنیاوی نعمتوں سے سرفراز کیا جاتا ہے اُن کو جان. جوکھوں کے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مفلسوں اور مسکینوں کو اُن پر رشک وحسد نہ کرنا چاہیے۔

ظالم بادشاہ اور گدھے والا

ایک شخص سراسیمہ و حیران، مُضطر و پریشان بھاگا ہوا آیا اور کسی دوسرے شخص کے مکان میں گھس گیا صاحب خانہ نے دیکھا کہ خوف سے اُس کا رنگ زرد، ہونٹ نیلے اور

مُنہ ہوا فق ہے تو ازراہِ ہمدردی پوچھا کہ میاں خیر تو ہے آخر ایسی کیا مُصیبت نازل ہوئی جو تم بید کی طرح کانپ رہے ہو۔

اُس نے کہا کہ ہمارے ظالم بادشاہ کے حکم سے آج گدھے بیگار میں پکڑے جا رہے ہیں۔ صاحبِ خانہ نے کہا کہ ارے بھائی! وہ لوگ گدھوں کو پکڑ رہے ہیں، تم تو گدھے نہیں، پھر تم کیوں ڈرے جاتے ہو۔ جواب دیا کہ وہ لوگ گدھوں کو پکڑنے میں اِس قدر سرگرم ہیں کہ اُن کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے ہیں اور تمیز کرنے کی قوّت بالکل اُٹھ گئی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے بھی گدھا سمجھ کر نہ پکڑ لیں اور گدھوں کے ساتھ مجھے بھی نہ باندھ لے جائیں۔

نیست شاہِ شہرِ ما بیہودہ گیر — ہست تمیزش، سمیع است بصیر

(ہمارے شہر کا بادشاہ بیہودہ گیر نہیں ہے — اُس کو تمیز ہے اور وہ سمیع و بصیر ہے)

آدمی باش و ز خرگیراں مترس
خر نۂ اے عیسیٔ دوراں مترس

(تو آدمی بن اور گدھے پکڑنے والوں سے نہ ڈر
تو گدھا نہیں ہے اے عیسیٰ دوراں تو مت ڈر)

چرخ چارم ہم ز نور تو پُرست
حاش للہ کہ مقامت آخر ست

(تیرے نور سے چوتھا آسماں بھی روشن ہے
خدا کی پناہ تیرا ٹھکانا اصطبل میں کیوں ہونے لگا)

میر آخر دیگر و خر دیگر است
نے ہر آں کو اندر آخر شد خرست

(اصطبل کا داروغہ اور ہے اور گدھا اور ہے
یہ نہیں کہ جو اصطبل میں گیا وہ گدھا ہو گیا)

میر آخر گرچہ در آخر بُود
ہر کہ او را خر بگوید خر بُود

(میر آخر اگرچہ طویلے میں رہتا ہے
مگر جو اسے گدھا کہے وہ خود گدھا ہے)

آتشے اندر دلِ خود بر فروز
دیگ چشمِ بد سپندا نے بسُوز

(عشق کی آگ اپنے دل میں روشن کر
اور اپنی ہستی کو اسپند کی طرح جلا دے)

تو بحال خویشتن می باش شاد
تا بیابی در جہاں جانِ مُراد

(تو اپنے حال پر مسرور رہ
تاکہ عالم معانی میں مرادیں پائے)

گر خرے را می برد روبہ زبر
گو ببر تو خر مباش و غم مخُور

(اگر کوئی گدھے کی گردن پکڑ کے لے جائے
تو لے جانے دے تو گدھا نہ بن اور غم نہ کر)

نتیجہ: اگر تم آدمیت میں رہو تو کوئی شخص تم سے

بُرا برتاؤ نہ کرے گا، بشرطیکہ وہ آدمیت حقیقی ہو ظاہرداری نہ ہو۔

دِق کا مریض اور صُوفی

ایک مرتبہ کسی مریض نے ایک طبیب کے پاس جاکر اپنی نبض دکھائی۔ وہ بڑا نباض، صاف گو اور منہ پھٹ تھا۔ نبض پر ہاتھ رکھتے ہی اُس کے پُورے حال سے واقف ہوگیا اور کہا کہ اب تمہاری صحت ناممکن ہے۔ بس اب علاج یہی ہے کہ جو تمہاری طبیعت چاہے وہ کھاؤ اور جو تمہارا دل چاہے وہ کرو تاکہ تمہارے جسم سے یہ قدیم مرض زائل ہوجائے۔ اِدھر اُدھر کی دوچار باتیں کرنے کے بعد اُس نے پھر تاکید کی کہ دیکھو جس چیز کی طرف تمہاری رغبت ہو اُس سے ہرگز ہاتھ نہ روکنا ورنہ یہ مرض بڑھ جائے گا جو آئندہ نُقصان کا باعث ہوگا۔ مریض نے کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے، تم نے کیا اچھا

علاج بتایا ہے کہ سنتے ہی میرا آدھا مرض غائب ہوگیا۔ اس وقت میری طبیعت دریا کی سیر کرنا چاہتی ہے۔ طبیب نے کہا کہ بسم اللہ، ضرور جاؤ اور جی بھر کے ہوا کھاؤ۔

مریض طبیب سے رخصت ہوکر دریا کی طرف چلا اور وہاں پہنچکر اپنی خواہش کے موافق ہر طرف چکر لگاتا رہا۔ اتفاقاً وہیں ایک بزرگ بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے، مریض نے اُن کا گُھٹا ہوا سر دیکھا تو ہتھیلی کھجانے لگی، چپکے سے اُس کے پیچھے پہنچا اور اپنا ہاتھ اُٹھائے ہوئے دیر تک یہ سوچتا رہا کہ اگر میں نے ہاتھ روکا اور اپنے اس ارادے کو پورا نہ کیا تو طبیب کے کہنے کے مطابق میرا مرض بڑھ جائے گا۔ یہ سوچ کر، اُس بیچارے کے سر پر دبا کے ایک ایسا دھول رسید کیا کہ تڑاق سے آواز آئی اور ساتوں طبق روشن ہوگئے۔ صوفی ہکّا بکّا ہوکر اُٹھا اور چاہا کہ اُس کے دو چار گھُونسے لگائے، لیکن دیکھا کہ وہ شخص بے حد کمزور ہے، ایک ہی گھُونسے میں مرجائے گا، اِس لیے رحم کھاکر

اُسے چھوڑ دیا -

خلق رنجورِ دق وبے چارہ اند ... وز خداعِ دیو سیلے بارہ اند

(یہی حالت تمام مخلوق کی ہے وہ مدقوق کی طرح لاچار ہے ... لیکن شیطان کے دھوئیں کے گردھوئیں کھاتی رہتی ہے)

جُملہ در ایذائے بے جرماں حریص ... در قفائے یک دگر جویاں نقیص

(سب بے جرموں کو ایذا پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں ... اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں)

اے زندہ بے گناہاں اقفا ... در قفائے خود نمی بینی چرا

(اے بے گناہوں کو دھول مارنے والے ... تو خود کو پیچھے پلٹ کر کیوں نہیں دیکھتا)

اوش نفزایند سخت اندر رافق ... لیک پشت و دستگیرش نور حق

(اُس نے سخت لغزش دی تھی کہ اوندھے منہ رسید کر دیا ... لیکن اس کا پشت پناہ اور مددگار خدا تھا)

نتیجہ: بُرے لوگ نیکوں کو ستاتے ہیں، نیک رحم کر جاتے ہیں مگر خداوند تعالیٰ اِس جرم کی پاداش میں اُنھیں سزائیں دیتا ہے -

ملک الموت اور سلیمانؑ

ایک روز حضرت سلیمانؑ کے پاس چند لوگ

RekhtaDownload.com

بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ملک الموت بھی آئے اور اُن میں سے ایک شخص کو نہایت غور سے آنکھیں گاڑ کر دیکھتے رہے۔ اُن کے جانے کے بعد اُس شخص نے حضرت سلیمانؑ سے پوچھا کہ حضور یہ کون صاحب تھے جواب دیا کہ یہ ملک الموت تھے۔ اُس نے کہا کہ شاید وہ میری روح قبض کرنے کے لیے آئے تھے، جو اِس طرح تیوری پر بل ڈالے ہوئے مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے، اس لیے آپ ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے یہاں سے اُڑا کر ہندستان پہنچا دے تاکہ ملکُ الموت کے ہاتھ سے مجھے نجات مِل جائے۔ سلیمانؑ نے اُس کی خواہش کے بموجب ہوا کے ذریعے آناً فاناً میں ہندستان پہنچا دیا۔

دوسرے روز حضرت عزرائیل پھر آئے تو حضرت سلیمانؑ نے اُن سے کہا کہ تم نے بڑا غضب کیا جو ہمارے ایک آدمی کو زبردستی ڈرا کر اُس کا وطن چھڑا دیا اور ہندستان بھگا دیا۔ حضرت عزرائیل نے کہا کہ میں نے اُسے مطلق نہیں ڈرایا بلکہ

میں تو خود اُسے دیکھ کر حیرت میں تھا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے حکم دیا تھا کہ میں اُس کی رُوح ہندستان میں جاکر قبض کروں، مگر وہاں جاتے جاتے میں آپ کے پاس آیا تو دیکھا کہ جس کی رُوح قبض کرنے کے لیے میں ہندستان جارہا ہوں وہ شخص یہیں بیٹھا ہوا ہے۔ اِس لیے میں سخت حیران و پریشان تھا کہ یا خدا آن کی آن میں بھلا یہ ہندستان کیسے پہنچ سکے گا۔ اگر اس کے بازوؤں پر ہزاروں پر بھی پیدا ہوجائیں تو اِس قدر جلد وہاں پہنچنا قطعی ناممکن ہے۔ مگر حیرت یہ ہے کہ میری تعجب کی نظر اُسے ہندستان جانے کا بہانہ ہوگئی اور اُس نے جو جان بچانے کا حیلہ کیا وہ کارگر نہیں ہوا بلکہ عین تقدیر کے مطابق اُترا۔ چنانچہ میں ہندستان پہنچا تو اُس کو بھی وہیں موجود پایا اور میں نے نہایت آسانی کے ساتھ اُس کی رُوح قبض کرلی۔

تو ہمہ کارِ جہاں را ہمچنیں کُن قیاس چشم و بکشا و بہ بیں

(تو دنیا کے تمام کاروبار کو اسی طرح قیاس کر اور اچھی طرح سے اپنی آنکھیں کھول کر دیکھ)

ازکہ بگریزیم از خود ایں محال ازکہ برتابیم، از حق ایں وبال
(کس سے بھاگیں۔ نفس سے' یہ مُحال ہے کس سے بھاگیں، خدا سے' یہ غیر ممکن ہے)

نتیجہ: ہونے والی باتیں ہوکر رہتی ہیں، آدمی حکمِ قضا سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتا۔

حضرت سُلیمانؑ اور ہُدہُد

RekhtaDownload.com

کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے سامنے ہر ایک جانور باری باری سے حاضر رہتا تھا اور ہر ایک اپنے اپنے ہُنر، عقل و فہم اور کمالات کا اظہار کرتا تھا تاکہ وہ خوش ہوں اور اپنا مصاحبِ خاص بنالیں۔ ہُدہُد کی باری آئی تو اُس نے عرض کی کہ مجھ میں ایک معمولی سی بات یہ ہے کہ آسمان پر اُڑکر زمین کی تہ کا پانی نہایت آسانی کے ساتھ دیکھ لیتا ہوں۔ پھر ایک نظر ڈالتے ہی اُس کی مقدار، رنگ و بُو، ذائقہ، اس کا

مخرج اور گہرائی وغیرہ غرض یہ کہ ہر ایک شے تفصیل کے ساتھ نہایت سہولت سے معلوم کرلیتا ہوں، اور اُس نے استدعا کی کہ اگر حضور مجھ کو اپنے لشکر کے ساتھ رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو میں ہر طرح مُفید ثابت ہوؤں گا۔

حضرت سلیمانؑ نے درخواست کے بموجب اُس کو اپنے لشکر کے ہمراہ رہنے کا حکم دے دیا۔ ہُدہُد کی یہ عزّت اور بلند پروازی دیکھ کر کوّے کے دل میں حسد کی آگ بھڑکی اور ایک روز موقع پاکر، سلیمانؑ سے دست بستہ عرض کی کہ حضور! ہُدہُد نے جو دُوربینی اور تیز چشمی کا دعویٰ کیا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ اگر وہ ایسا ہی تیز نظر ہوتا کہ آسمان پر سے زمین کی تہ کا پانی دیکھ لیتا تو پھر زمین پر بچھا ہوا جال بھی معلوم کرلیتا اور کبھی شکاری کے جال میں نہ پھنستا۔ لہٰذا اُس کا دعویٰ سراسر غلط ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے ہُدہُد کو بلاکر فرمایا کہ اے ہُدہُد تو نے جھوٹ بول کر مجھے تکلیف پہنچائی تجھے ہرگز ایسا

نہیں کرنا چاہیے تھا۔

ہُدہُد نے عرض کی کہ حضُور! میرے خلاف میرے دشمن کی بات نہ سُنیے، اگر میں اپنے دعوے میں جھُوٹا ثابت ہوؤں تو میری گردن کاٹ لیجیے۔ کوّا میرا دشمن اور حکمِ خدا کا منکر ہے اِس لیے وہ خواہ کتنا ہی عقلمند اور تیز فہم کیوں نہ ہو، مگر کفرانِ نعمت کرنے والوں میں سے ہے۔

حضُور! میں صحیح صحیح عرض کرتا ہوں کہ میں عرشِ بریں سے فرشِ زمیں کی ہر ایک چیز نہایت اچھی طرح سے دیکھ لیتا ہوں اور اگر قضا میری آنکھوں پر پردہ نہ ڈالے تو میں جال بھی دیکھ سکتا ہوں اور کبھی اُس میں نہیں پھنس سکتا۔

چوں قضا آید شود دانش بخواب
مہ سیہ گردد بگیرد آفتاب

(جب قضا آتی ہے تو عقل اندھی ہو جاتی ہے
چاند سیاہ ہو جاتا ہے اور سورج میں گہن لگ جاتا ہے)

از قضا ایں تعبیہ کے نادرست
از قضا داں کو قضا را منکرست

(منکرانِ قضا کا یہ عقیدہ کوئی تعجب بات نہیں
جو قضا الٰہی سے منکر ہیں اس میں بھی قضائے الٰہی شامل ہے۔)

نتیجہ: جب قضا آتی ہے تو عقل اندھی ہو جاتی ہے

اور آنکھیں تاریک اور بے نور ہو جاتی ہیں۔

ایک چور اور سپیرا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی سپیرے نے ایک نہایت خوبصورت سانپ پکڑا اور اُسے پٹارے میں بند کر کے کہیں حفاظت سے رکھ دیا۔ اتفاقاً ایک چور آیا اور وہ پٹارا لے اُڑا۔ پھر ایک محفوظ مقام پر اطمینان سے بیٹھ کر اُس نے پٹارا کھولا تو سانپ نے پھن کھول کر اُسے ڈس لیا اور اُس کا خاتمہ کر ڈالا۔

اُدھر سپیرے نے صبح اُٹھ کر دیکھا کہ سانپ غائب ہے بہت سٹپٹایا اور اپنے سانپ کی تلاش میں روتا پیٹتا ہر طرف بھٹکتا پھرا۔ پھرتے پھراتے وہ اُس مقام پر جا پہنچا جہاں وہ چور مرا پڑا تھا۔ اپنا پٹارا دیکھا تو فوراً تاڑ گیا کہ یہ میرا ہی سانپ تھا جس نے چور کو ڈس کر مار ڈالا ہے اُس نے خدا کا

RekhtaDownload.com

لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ میں اس زہریلے سانپ کے حملے سے بچ گیا۔ میں تو خدا سے دعائیں مانگ رہا تھا کہ وہ چور مجھے مل جائے اور میں اُس سے اپنا سانپ لے لوں مگر شکر ہے کہ وہ دُعا مقبول نہیں ہوئی ورنہ آج میری بھی یہی گت ہوتی جو اس چور کی ہوئی ہے۔

بس دُعا ہا کاں زیاں ست و ہلاک
وز کرم می نشنود یزدانِ پاک

(بہت سی دعائیں نقصان اور ہلاکت کا باعث ہوتی ہیں
اور خدا تعالیٰ اپنے کرم سے اُن کو نہیں سنتا)

واں دُعا گوینده شاکی می شود
می بر د ظنِ بد و آں بد بود

(وہاں دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے
اور بد گمانی کرتا ہے حالانکہ وہ غلط ہے)

می نداند کو بلائے خویش خواست
وز کرم حق آں بد و نا در د ر است

(وہ شخص نہیں جانتا کہ وہ اپنے حق میں کانٹے بو رہا تھا
اور حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کو قبول نہیں کیا)

نتیجہ: جو دُعائیں مقبول نہیں ہوتیں اُن میں بھی کوئی نہ کوئی رحمت پوشیدہ ہوتی ہے۔

RekhtaDownload.com

وقت کی قدر

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق　　نیست فردا گفتن از شرط طریق

(صوفی اپنے وقت کا پابند ہوتا ہے　　کام کو کل پر چھوڑنا، قاعدے کے خلاف ہے)

RekhtaDownload.com

آنچہ می گوید دریں اندیشہ ام
ایں ہم از دستانِ ایں نفس است وہم

(جو یہ کہتا ہے کہ میں تو فکر میں گُھلا جاتا ہوں
تو وہ اپنے نفس کے دھوکے میں ہے)

کر اُو سر زیرہ واہ سر زیر شد
روزگارش بُرد روزش دیر شد

(اس کا اور اس کے فکر کا سر اوندھا رہتا ہے
اُس کے دن بیکار گزرے اور بے وقت شام ہو گئی)

فکر گاہش کُند شد عقلش خرف
عُمر شد چیزے ندارد جُز علف

(اس کا فکر بے کار اور عقل نکمی ہے
ساری عمر گزر گئی مگر وہ گھاس کی طرح بے کار رہا)

کار میکن لیکن ہاں غافل مباش
کار دیں نے کسب دنیا و معاش

(کام کر اور کسی وقت غافل نہ رہ
کام سے مراد دین کا کام ہے دنیا کے دھندے مراد نہیں)

بڈھا پادری

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک بڈھا پادری، مُنہ پر گز بھر کی سفید بُرّاق ڈاڑھی لیے ہوئے کسی محفل میں رنگیلے نوجوانوں کی طرح مٹھار مٹھار کر باتیں کر رہا تھا۔ ایک بزرگ نے اُس سے پوچھا کہ حضرت، زرا یہ تو بتائیے کہ بھلا آپ عُمر میں بڑے ہیں یا آپ کی ڈاڑھی؟ بُڈھے پادری نے جواب دیا کہ جناب، اوّل میں پیدا ہوا ہوں اور میرے پیدا ہونے کے کئی سال بعد یہ داڑھی برآمد ہوئی ہے۔ اِس حساب سے میری عُمر داڑھی سے بہت زیادہ ہے۔ بزرگ نے کہا کہ آپ کی ڈاڑھی نے تو اپنا رنگ بدل دیا مگر افسوس کہ آپ نے ابتک اپنا رنگ نہیں بدلا۔

RekhtaDownload.com

تو براں رنگے کہ اوّل زادۂ
یک قدم زاں بیشتر ننہادۂ

(تو پہلے جس رنگ میں پیدا ہوا
ایک قدم بھی اُس سے آگے نہ بڑھایا)

دوغ ترشے ہمچناں در معدنے
خود نگردی را ز مُخلص روغنے

(تو مٹکے میں اُسی طرح کھٹے دہی کی طرح پڑا ہے
اور اب تک حالت بدل کر خالص گھی نہیں بنا)

چوں حشیشے پا بگل در ہشتۂ
گرچہ از بادِ ہوا سر گشتۂ

(تو گھاس کی طرح مٹی میں پاؤں جمائے کھڑا ہے
اگرچہ ہوا و ہوس کے جھونکوں سے پریشان ہے)

نتیجہ: سمجھ سے کام لو، گفتار اور کردار اپنے سِن و سال کے مطابق ہونی چاہیے۔

حجّام اور ادھیڑ آدمی

کہتے ہیں کہ ایک شخص کی ڈاڑھی میں سفید بال بہت ہوگئے تھے۔ وہ ایک حجّام کے پاس پہنچے اور کہا کہ میں نے نئی شادی کی ہے۔ زرا میری ڈاڑھی میں سے سفید بال تو چُن دے۔ حجّام نہایت مصروف اور ظریف واقع ہوا تھا۔

اُس کو بھلا اتنی فرصت کہاں تھی کہ اُن کی ڈاڑھی کا ایک ایک بال چُنتا بیٹھتا۔ چٹ پٹ اُن کی ڈاڑھی صفاچٹ کرکے اُن کے ہاتھ میں دھر دی اور کہا کہ قبلہ مجھے تو اتنی فرصت نہیں کہ آپ کی ڈاڑھی کا ایک ایک بال چنتا بیٹھوں۔ یہ پُوری ڈاڑھی آپ کی خدمت میں حاضر ہے اب آپ بیٹھے ہوئے اطمینان سے اپنے سفید بال چُنتے رہیے۔

جز غمِ دیں نیست صاحب درد را
می شناسد مرد را از گرد را

(صاحبِ درد کو سوائے غمِ دین کے اور کوئی غم نہیں
وہ اڑتی ہوئی گرد وغبار میں چھپے ہوئے مرد کو جانتا ہے۔)

حکمِ حق را بر سر و رو می نہد
حفظِ فکرِ خویش یک سو می نہد

(وہ خدا کے احکام کو سر اور آنکھوں سے بجا لاتا ہے
اور غیر متعلق باتوں کا دھیان تک نہیں کرتا)

نتیجہ: بے فکر لوگوں کا فکر قسم قسم کے رنگین نکتے پیدا کرتا ہے مگر اہلِ درد اور اہلِ فکر کو اتنی فرصت کہاں وہ ہر وقت اپنے کام میں مشغول اور مُشاہدۂ حق میں مصروف رہتے ہیں۔

RekhtaDownload.com

مُسلمان یہُودی اور عیسائی کا سفر

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین آدمی ایک دوسرے کے ساتھ سفر کو چلے۔ اُن میں سے ایک یہودی تھا، دُوسرا مُسلمان اور تیسرا عیسائی۔ یہ تینوں سفر کرتے ہوے ایک منزل پر پہنچے۔ ایک خدا کا بندہ مغرب کے وقت اِن مسافروں کے لیے گرم گرم روٹیاں اور لذیذ حلوا مشقاب بھر کر لایا۔ مُسلمان روزے دار تھا اور اُسے بھوک بھی لگ رہی تھی۔ مگر عیسائی اور یہودی شکم سیر تھے۔ دونوں نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مُسلمان سب حلوا چٹ کر جائے اور ہم مُنہ دیکھتے رہ جائیں۔ اِس لیے فیصلہ کیا کہ آج رات کو اِسے کسی محفوظ مقام پر رکھ دیں اور کل علی الصّباح سب مل کر ناشتہ کریں۔ مُسلمان نے کہا کہ سب سے بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ

آپس میں تقسیم کرلیا جائے جو چاہے رکھے اور جو چاہے کھائے۔
مگر وہ دونوں اِس پر راضی نہ ہوئے اور آخرکار اُسے کہیں
حفاظت سے رکھ دیا۔

رات کے وقت سب لوگ آرام سے سو گئے، علی الصباح
اُٹھے، ہاتھ مُنہ دُھویا اور اپنے اپنے مذہب کے موافق
وہ تینوں خدا کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ عبادت وغیرہ ختم
کرنے کے بعد وہ تینوں ایک جگہ مِل کر بیٹھے، اُن میں سے
ایک نے کہا کہ ہم تینوں میں سے رات کو جس نے جو
خواب دیکھا ہو وہ بیان کرے اور جس کا سب سے اچھا
خواب ہو وہ سب کا حصّہ حاصل کرلے اور چونکہ اس کو سب پر
فضیلت ہے اس لیے وہ سب کا حصّہ تنہا کھائے۔

یہودی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ موسیٰؑ میرے
سامنے تشریف لائے، میں اُن کے پیچھے کوہِ طور تک گیا
اور وہاں ہم دونوں خدا کے نور میں ڈوب گئے۔ پھر اُس
نور میں سے ایک نور پیدا ہوا اور پھر دوسرا نور پیدا ہوا

اور ایک نور دوسرے نور پر ترقی کرنے لگا وغیرہ۔

عیسائی نے کہا کہ میں نے حضرت مسیحؑ کی زیارت کی، پھر میں اُن کے ساتھ چوتھے آسمان پر گیا۔ اور وہیں بیٹھا اُن سے رات بھر باتیں کرتا رہا۔

اُس کے بعد وہ دونوں مُسلمان کی طرف متوجہ ہوئے اور پُوچھا کہ کہو بھائی، تم نے کیا خواب دیکھا؟ مُسلمان نے کہا کہ بھائیو! میں نے دیکھا کہ میرے بادشاہ رسولِ مقبولؐ تشریف لائے اور فرمایا کہ اُن میں سے ایک نے تو حضرت کلیم اللہ کے ساتھ عشق و محبت کا مزہ اُٹھایا اور دوسرے کو حضرت عیسٰی چوتھے آسمان پر لے گئے مگر تُو سب سے پیچھے رہ گیا اور تکلیف میں گرفتار ہے۔لہذا بلا توقّف، فوراً اِس حلوے کو کھالے۔ تو دوستو میں اُن کے حکم کے مُطابق وہ سب حلوا اور روٹیاں نُوشِ جان کر گیا۔

یہ سُن کر دونوں نے کہا کہ واللہ جو خواب تو نے دیکھا وہ بالکل سچا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ وہ تیرا خواب نہیں بلکہ

عین بیداری ہے۔

خواب تو بیداریست اے بو نظر — کہ بہ بیداری عیانستش اثر

(اے صاحب نظر تیرا وہ خواب نہیں بیداری ہے — کہ جس کا اثر بیداری میں بھی ظاہر ہے)

خوابِ تو بیداریست اے نیک خو — کہ ازاں خوابت رسید امرِ کُلوا

(اے نیک خصال تیرا خواب واقعی بیداری ہے — کہ جس خواب میں تجھے کھانے کا حکم ملا ہے)

خوابِ تو مانندِ خوابِ انبیاست — کہ شد ایں خوابِ تو بے تعبیر راست

(تیرا خواب مثلِ انبیا کے خواب کے ہے — کہ بغیر تعبیر کے یہ خواب سچّا ہے)

خوابِ تو بیداری است اے خوش نہاد — کہ تو در خوابت رسیدی بامراد

(اے نیک نہاد تیرا خواب اس اعتبار سے بیداری ہے — کہ خواب ہی میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا)

درگزر از فضل و از جلدی و فن — کارِ خدمت دارد و خُلقِ حسن

(بزرگی، عقلمندی اور تیزی سے باز آ — کام کی چیز خدمت اور اخلاقِ حسنہ ہے)

بہرِ ایں آوردما یزداں وں — ما خلقتُ الانس الّا لیعبدُوں

(اس وجہ سے خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے — انسان کو صرف عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے)

نتیجہ: آج کا کام کل پر چھوڑنے والے ناکام رہتے ہیں۔

ایک قافلہ اور اُس کا چوکیدار

کہتے ہیں کہ کسی قافلہ کے ساتھ ایک چوکیدار تھا
جو رات کے وقت لوگوں کے مال و اسباب کی نگرانی
اور حفاظت کرتا رہتا تھا۔ ایک رات وہ پہرا دیتے
دیتے سو گیا اور چور تمام سامان چرا کر لے گئے۔

صبح تڑکے جب قافلے والے اُٹھے تو دیکھا کہ
مال اسباب، اُونٹ گھوڑے، روپیہ پیسا سب کچھ غائب
ہے، اور چوکیدار بڑے زور و شور کے ساتھ ڈنڈے
بجا بجا کر "ہوشیار اور خبردار" کے نعرے لگا رہا ہے
لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ بھئی وہ ہمارا
مال و اسباب کہاں گیا۔ جواب دیا کہ اجی جناب! رات کو
ڈاکو مُنہ پر نقاب ڈالے ہوئے آئے اور وہ تمام سامان

سمیٹ کر لے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ او نالایق تو
اُس وقت کیا کرتا رہا۔ جواب دیا کہ میں تن تنہا اور وہ
بہت سے ہتھیار بند ڈاکو، اگر کچھ کرتا تو جان سے ہاتھ
دھو بیٹھتا۔ لوگوں نے کہا کہ او بزدل، تو نے ہم میں سے
کسی کو زرا سا اشارہ تو دیا ہوتا۔ جواب دیا کہ انھوں نے
میرے حلق پر چھرے اور خنجر رکھ کر کہا کہ خبردار، آواز
نہ نکلنے پائے، ورنہ تیری جان کی خیر نہیں ہے۔ اس وقت
خود بخود میرا دم بند ہوگیا اور آواز یک لخت غائب ہوگئی۔
البتہ اب جس قدر فرمائیے میں شور و غل مچا سکتا ہوں اور
دیکھیے ان کے جانے کے بعد سے برابر شور مچا رہا ہوں۔

آں زماں کہ دیو میشد راہ زن ... آں زماں بایست لیسین خواندن
(جس وقت شیطان تیری رہزنی کر رہا تھا ... اس وقت تجھے یسین پڑھنی چاہیے تھی)

پیش ازاں کاشکستہ گردد کارواں ... آں زماں چوبک بزن اے پاسباں
(قافلہ لٹنے سے پیشتر اے پاسباں ... تجھ کو ہوشیار کرنے کے لیے ڈنکا بجانا چاہیے تھا۔)

چونکہ عمرت برد دیو فاضحہ / بے نمک باشد اعوذ و فاتحہ

(جبکہ وہ رسوا کرنیوالا چور تیری عمر برباد کر چکا ہے تو اب اعوذ باللہ اور الحمدللہ کیا فائدہ ہے)

گرچہ باشد بے نمک اکنوں چنیں / ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں

(اگرچہ کہ اب گریہ زاری فضول ہے مگر غفلت برتنا اس سے بھی زیادہ بدتر ہے)

قادری بیگاہ چہ بود یا بگاہ / از تو چیزے فوت کے شد یا الہ

(تو قادر ہے تیرے لیے وقت اور بے وقت ایک ہے تیری قبضہ قدرت سے کوئی چیز ضائع نہیں ہو سکتی)

گفت لاتا سوا علے مافاتکم / کے شدی از قدرتش مطلوب گم

(تو نے فرمایا ہے کہ جو چیز گم ہے اس پر افسوس مت کرو۔ تیری قدرت سے کوئی چیز گم نہیں ہوتی)

نتیجہ: ساری عمر شیطانی کاموں میں گزری اور قیمتی وقت بے کار کھو دیا، اب بڑھاپے میں عبادت اور دعائیں بے کار ہیں۔ تاہم دعائیں بے کار سہی مگر غفلت اور لاپروائی سے بدرجہا بہتر ہیں۔

ایک صوفی اور اس کا گدھا

ایک صوفی کہیں سے پھرتے پھراتے ایک خانقاہ میں

پہنچ کر مہمان ہو گئے۔ اُنھوں نے اپنے گدھے کو تو اصطبل میں بندھوا دیا اور خود صوفیوں کے ساتھ شریک ہو کر مُراقبے میں بیٹھ گئے۔ جب حضراتِ صُوفیہ کا حلقہ ختم ہوا تو اُن کے لیے کھانا آیا۔ اُس وقت صُوفی صاحب کو اپنا گدھا یاد آیا۔ فوراً خانقاہ کے خادم کو بُلا کر کہا کہ بھائی ذرا اصطبل میں جا کر ہمارے گدھے کا بھی بندوبست کر دینا۔ اُس نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ! بھلا اس میں آپ کے فرمانے کی کیا بات ہے۔ یہ تو ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ آپ براہِ کرم کچھ فکر نہ فرمایئے۔ صُوفی نے کہا کہ اُس کے لیے ذرا دانوں کو بھگو دینا۔ اِس لیے کہ وہ بے چارہ بُڈّھا ہے اور اُس کے دانت بہت کمزور ہیں۔ خادم نے کہا کہ استغفراللہ، اجی حضور! بھلا آپ یہ کیا فرماتے ہیں، مُجھ سے تو اور لوگ آ کر یہ سب ترکیبیں سیکھ جاتے ہیں۔

صُوفی نے کہا کہ اور دیکھنا! اُس کی پیٹھ پر ایک زخم بھی ہے، تکلیف تو ہوگی ذرا اُس پر تھوڑا سا مرہم بھی

لگا دینا اور جھول ڈالنا تو زخم کو بچا کر ڈالنا، کہیں زخم نہ چھل جائے۔ خادم نے کہا کہ نعوذ باللہ من ذالک! آپ ان سب تدبیروں کو مجھ پر چھوڑ دیجیے۔ پھر صوفی نے کہا کہ ہاں، اس کے پینے کو کُنکُنا پانی دینا اور اگر جگہ بھیگ جائے تو وہاں تھوڑی سی راکھ بھی ڈال دینا۔ خادم نے کہا کہ لاحول پڑھو بابا لاحول پڑھو، جو شخص جس کام کے لیے بنایا گیا ہو اُسے سبق نہ پڑھاؤ، صاحب! میں سب جانتا ہوں۔ صوفی نے پھر کہا کہ بھئی، اس پر ذرا کھریرا بھی پھیر دینا۔ خادم نے کہا کہ توبہ توبہ، آپ فکر نہ کیجیے، میں انشاءاللہ سب کام ٹھیک کر دوں گا۔ صوفی نے پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ اگرچہ کہ تم خوب واقف ہو، مگر ذرا اُسے جھول جلدی سے اُڑھا دینا۔ خادم نے کہا کہ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں، میں کوئی پاگل تو ہوں نہیں، مجھے بتانا گویا راہبر کو رستہ بتانا ہے، میں اس فن میں خود اُستاد ہوں اور یہاں تو ہر قسم کے مہمان آتے رہتے ہیں اور یہ خادم ہر ایک کے مرتبے کے لائق

اُن کی خدمت انجام دیتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب لوگ اِس خادم کو عزیز رکھتے ہیں۔ یہ کہہ کر خادم اُٹھا اور اپنی کمر مضبوط باندھ کر کہنے لگا کہ حضور! بس اب یہ خادم جاتا ہے اور سب سے پہلے بازار جاکر دانہ گھاس خرید لاتا ہے، ورنہ دکانیں بند ہو جائیں گی۔ وہ خادم وہاں سے تو یہ بات کہہ کر نکلا اور یاروں کے حلقے میں بیٹھ کر اُس صوفی کا مذاق اُڑانے لگا۔

اِدھر صوفی صاحب نے اطمینان سے ٹانگیں پھیلائیں اور گھوڑے بیچ کر سو رہے۔ ابھی زیادہ رات نہیں گزری تھی کہ صوفی صاحب کو پریشان خواب دکھائی دینے لگے: کبھی دیکھا کہ گدھا بھیڑیے کے چنگل میں ہے، کبھی دیکھا کہ وہ کنوئیں میں گر پڑا۔ غرض یہ کہ ہر وقت گدھے کو ایک نئی مُصیبت میں گرفتار دیکھتے اور لاحول پڑھ کر پھر آنکھیں بند کر لیتے۔

اِدھر تو صوفی صاحب استغفار اور لاحول پڑھنے میں مشغول تھے اور اُدھر اُس غریب گدھے کا یہ حال تھا کہ

آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں، زمین پر لوٹتے لوٹتے اس کا چارجامہ ٹیڑھا ہوگیا تھا، کھرا ٹوٹ گیا تھا اور وہ دُعائیں کر رہا تھا کہ یا خدا، اگر چنے نہیں تو کم سے کم ایک مُٹھی گھاس ہی بھیج دے۔ مگر کدھر کا چارا کدھر کی گھاس، خادم آرام سے پڑا سوتا رہا، صُوفی صاحب خواب دیکھتے رہے اور گدھا بے چارہ رات بھر بے آب و دانہ کروٹوں پر کروٹیں بدلتا رہا۔

گجردم خادم لپکا ہوا آیا اور کھریرا لے کر اونڈھے سیدھے دس پانچ ہاتھ مارے اور اُس کی پیٹھ پر اُلٹا سیدھا چارجامہ کس دیا۔ اِس اُدلا جولی میں بے چارے گدھے نے کئی چرکے کھائے اور تکلیف سے اُچکنے کودنے لگا۔ دیکھنے والے سمجھے کہ رات کو خوب کھاپی کر چاق و چوبند ہوگیا ہے۔ مگر اُس بے زبان کی زبان کہاں تھی جو لوگوں سے وہ اپنی سرگزشت بیان کرتا۔

قصہ مختصر، جب صوفی صاحب اُس پر سوار ہو کر چلے تو

گدھے کا یہ عالم تھا کہ اُس کا جسم لرز رہا تھا، پاؤں کانپ رہے تھے اور کمزوری کے سبب سے اُس کے قدم نہیں اُٹھ رہے تھے۔ کوئی اُس کا کان اینٹھتا تھا، کوئی اُس کی دُم مروڑتا تھا، کوئی اُس کا سُم دیکھتا تھا کہ شاید کنکر چُبھ گیا ہے اور کوئی اُس کے پپوٹے اُلٹ اُلٹ کر آنکھوں کا رنگ دیکھ رہا تھا۔ بظاہر گدھے میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی تھی مگر کیفیت یہ تھی کہ وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا تھا اور مُنہ کے بَل گر پڑتا تھا۔

یہ حالت دیکھ کر ایک شخص نے صوفی صاحب سے کہا کہ حضرت آپ توکل اس قدر تعریف کر رہے تھے آج اِسے کیا روگ اُٹھا ہے جو قدم قدم پر سر کے بَل گر رہا ہے۔ صُوفی صاحب نے کہا کہ جناب کل سے اِس کی آنتیں قل ہو واللہ پڑھ رہی ہیں اور خود بھی رات بھر بہ ذکر و تسبیح میں مشغول رہا ہے اِس لیے اب دن کے وقت بہ سجدہ کر رہا ہے۔

چوں ندارد کس غمِ تو مُمتحن — خویش کارے خویش باید ساختن

(جب کسی کو تمہارا غم نہیں ہے — تو پھر اپنا کام آپ ہی کر ڈالو)

آدمی خوارند اغلب مردماں — از سلام علیک شاں کم جو اماں

(اکثر لوگ مردم خور ہیں — ان کی سلام علیک سے امن کی توقع نہ رکھو)

ہر کہ در دنیا خورد تلبیسِ دیو — وز عدوئے دوست تعظیم و ریو

(جو شخص دنیا میں شیطان کے فریب میں آ جاتا ہے — وہ اپنے دوست نما دشمن کی تعظیم پر فریب کھا جاتا ہے۔)

در رہِ اسلام بر پولِ صراط — در سر آید ہمچو آں خر از خباط

(اسلام کے رستے میں پل صراط پر — اپنی بیوقوفی کے سبب سے گدھے کی طرح سر کے بل گرتا ہے۔)

در زمینِ مردماں خانہ مکن — کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن

(لوگوں کی زمین میں گھر نہ بناؤ — اپنا کام کیے جاؤ اور نا اہلوں کا کام نہ کرو)

کیست بیگانہ تنِ خاکیِ تو — کز برائے اوست غمناکیِ تو

(وہ نا اہل (بیگانہ) کون ہے؟ تمہارا خاکی جسم — جس کی آرائش کی تمہیں دھن لگی رہتی ہے)

تا تو تن را چرب و شیریں می دہی — جوہرِ جاں را نہ بینی فربہی

(جب تک تم اپنے جسم کو مرغن غذائیں کھلاتے رہو گے — جوہرِ جان میں کمال اور تازگی نہ پاؤ گے)

نتیجہ: بناوٹی دوستوں اور مکار لوگوں کی

باتوں پر اعتماد نہ کرو۔ ہمیں اپنا کام آپ کرلینا چاہیے۔
دوسروں پر بھروسہ کرنا حماقت ہے۔

مالیخولیے کا مریض اور ایک صاحب

کہتے ہیں کہ ایک شخص کو مالیخولیا تھا۔ اُس نے کسی شخص کا گھٹا ہوا سر دیکھا تو بیتاب ہوگیا۔ فوراً نزدیک پہنچا اور پوری طاقت سے اُس کی کھوپڑی پر ایک دھول رسید کی۔ اُس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینے کے لیے ہاتھ اُٹھایا مگر مریض نے فوراً ہاتھ جوڑکر بڑی عاجزی سے کہا کہ خدا کے واسطے ذرا ٹھیرو۔ میں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں، پہلے اُس کا جواب دے دو پھر یہ سر حاضر ہے۔ اُس نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے۔ جواب دیا کہ وہ بات یہ ہے کہ ابھی جو میں نے آپ کے سر پر دھول ماری، تو اُس میں سے ایک آواز آئی۔ بھلا یہ تو بتایئے کہ

یہ آواز میرے ہاتھ سے نکلی ہے یا آپ کے سر سے۔

اُس نے جواب دیا کہ اے بے وقوف، تیری دھول سے میرا سر چکرا رہا ہے۔ اسی کے درد سے مجھے اب تک نجات نہیں ملی جو اس فکر میں پڑوں۔ تُو بے فکرا ہے، اس لیے تو ہی بیٹھے بیٹھے سُوچا کر کہ یہ آواز کہاں سے نکلی ہے۔

درد منداں را نباشد فکرِ غیر خواہ در مسجد برو خواہی بدیر

(اہلِ درد کو فکرِ حق کے سوا دوسرا فکر نہیں خواہ وہ مسجد میں جائیں یا مندر میں)

غفلت و بیدردیت فکر آورد در خیالت نکتۂ بکر آورد

(یہ تیرا فکر غفلت و بیدردی پیدا کرتا ہے اور تیرے دماغ میں نادر نکتے پیدا کرتا ہے)

نتیجہ: اہلِ درد کو اپنے درد سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ کسی حادثے کا آغاز و انجام سوچیں، وہ تو ہر وقت اپنے ہی درد میں مُبتلا رہتے ہیں۔

عاشق و معشوق

کہتے ہیں کہ ایک شخص صاحبِ دل دُھن کا پکّا اور

بڑا عاشق مزاج تھا۔ وہ فراقِ یار میں آٹھ پہر روتا رہتا تھا۔ ایک روز اُس کے معشوق نے کہا کہ میں نے تیرے لیے لوبیا پکایا ہے، تو رات کو فلاں حجرے میں بیٹھ کر میرا انتظار کر۔

اُس شخص نے اپنے معشوق کے مُنہ سے یہ الفاظ سُنے تو مارے خوشی کے اپنے جامے میں پھُولا نہ سمایا اور وقت سے دو گھڑی پیشتر ہی سے جاکر اُس حجرے میں بیٹھ گیا۔ پانچ چھے گھنٹے تک برابر ٹکٹکی باندھے دروازے کو تکتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس پر غنودگی سی طاری ہوئی، ذرا لیٹا اور بے خود ہو کر سو گیا۔ حالانکہ عاشق کو نیند سے بھلا کیا کام ہے۔

ٹھیک آدھی رات کو حسبِ وعدہ معشوق کی سواری آئی۔ دیکھا کہ عاشق ٹانگیں پھیلائے پڑے ہیں اور مدہوش سو رہے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر اوّل تو اُس نے اُن کی آستیں چاک کی، پھر چند اخروٹ اُن کی جیب میں ڈال کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ میاں، ابھی تم دودھ پیتے بچے ہو،

اِن اخروٹوں سے کھیل کر اپنا دِل بہلاتے رہو۔

صبح سویرے جب اُن کی آنکھ کھلی، پھٹی ہوئی آستین اور جیب میں اخروٹ دیکھے تو فوراً تاڑ گئے اور کہا کہ بے شک معشوق نے تو اپنا وعدہ پُورا کیا مگر میں اپنے وعدہ کا کچا نِکلا اور خوابِ غفلت میں پڑا سوتا رہا۔ یہ جو کچھ مجھ کو مِلا ہے وہ میرے کرتُوت کی سزا ہے۔

خواب را مگزار اِمشب اے پدر   یک شبے در کوئے بے خوابا گزر

(اے شغق آج کی رات مت سو   اور رات کے وقت کبھی بے خوابوں کے کوچے میں چل)

بنگر آنہا را کہ مجنوں گشتہ اند   ہمچو پروانہ وصلت گشتہ اند

(اُن لوگوں کو دیکھ جو مجنوں ہو گئے ہیں   اور وصل کی خواہش میں پروانے کی طرح جل رہے ہیں)

اے مزوّر چشم بکشا و بہ بیں   چند گوئی من ندانم آن و این

(اے فریبی آنکھ کھول اور دیکھ   آخر کب تک کہے گا کہ میں کچھ نہیں جانتا)

نتیجہ: وقت کو غفلت میں ضایع نہ کرنا چاہیے ورنہ آخر میں مصیبت اور پشیمانی اُٹھانی پڑے گی۔

صحبتِ ناجنس

تو رہائی جو ز ناجنساں بجد | صحبتِ ناجنس گور است و لحد
(ناجنسوں سے بالکل علٰحدہ رہ | ناجنس کی صُحبت قبر اور لحد ہے)

RekhtaDownload.com

ذرّہ ذرّہ کاندریں ارض و سماست
جنس خود را ہمچو کاہ و کہرباست

(اس کائنات کا ہر ایک ذرّہ
اپنے ہم جنس سے مل کر ایک دوسرے کو کھینچ رہا ہے)

در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد
گرم گرمے را کشیدہ، سرد سرد

(دنیا میں ہر چیز ایک دوسرے کو کھینچ رہی ہے
گرمی، گرمی کو کھینچتی ہے اور سردی سردی کو)

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند
نوریاں مر نوریاں را طالب اند

(آگ، آگ کو جذب کرتی ہے
اور نور نور کو جذب کرتا ہے)

نور خواہی مستعدِ نور شو
دور خواہی، خویش بیں و دور شو

(اگر تو نور چاہتا ہے تو نور کی طرف متوجہ ہو
اگر نور نہیں چاہتا تو خودبین اور دور رہو)

حکیم جالینوس اور ایک دیوانہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حکیم جالینوس بہت تیز تیز باہر سے آئے اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ مجھے وہ دوا کھلا دو جو دیوانگی کے رفع کرنے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ یہ سُن کر شاگردوں کو تعجب ہوا اور اُنھوں نے پوچھا کہ جناب تو خدا کے فضل سے تندرست ہیں پھر جنون کی دوا کس لیے نوش فرما رہے ہیں۔ بھلا جنون عقلِ سلیم تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ جالینوس نے کہا کہ میں ابھی آرہا تھا کہ رستے میں ایک دیوانہ ملا، تھوڑی دیر تک تو وہ مجھے غور سے دیکھتا رہا، پھر لپٹ کر اُس نے میری آستینیں پھاڑ ڈالی۔ اگر مُجھ میں اور اُس میں کوئی بات مشترک نہ ہوتی تو وہ نامعقول میری جانب کیوں متوجہ ہوتا۔

RekhtaDownload.com

چوں دو کس برہم زنند بے ہیچ شک
در میانِ شاں ہست قدرِ مشترک

(جب دو شخص باہم مائل ہوں تو یقین جانو
کہ اُن میں کوئی نہ کوئی بات ملتی جلتی ہے)

کے پرد مُرغے مگر با جنسِ خود
صحبت ناجنس گور ست و لحد

(کوئی پرندہ غیر جنس کے ساتھ نہیں اُڑتا
کیونکہ غیر جنس کے ساتھ رہنا قبر اور لحد میں دفن ہونے کے برابر ہے)

نتیجہ: دو اجنبیوں کی باہمی محبت اور اُلفت میں کوئی نہ کوئی بات ضرور مشترک ہوتی ہے۔

RekhtaDownload.com

کوّا اور چکور

کہتے ہیں کہ ایک روز حکیم جالینوس نے فرمایا کہ میں نے جنگل میں دیکھا کہ ایک کوّا اور ایک چکور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ٹہل رہے ہیں۔ اگر یہ دونوں ایک پنجرے میں بند ہوتے تو کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ مگر جنگل میں آزاد رہ کر ایک دوسرے کے ساتھ رہنا زیادہ حیرت انگیز تھا۔ مجھے یہ مُعاملہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ چنانچہ اُس کی وجہ

معلوم کرنے کے لیے میں آگے بڑھا کہ ان دونوں میں ایسی کونسی چیز باہم مشترک ہے کہ جس نے ان دونوں غیر جنسوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ جب میں اُن کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے ہیں۔

بلبلاں را جائے می زیبد چمن | مر جُعل را در چمن خوشتر وطن
(بلبلوں کے لیے چمن میں جگہ مناسب ہے | نجاست کے کیڑوں کا ٹھکانا نجاست میں اچھا ہے)
با زبانِ معنوی گل با جُعل | ایں ہمی گوید کہ اے گندہ بغل
(پھول نجاست کے کیڑوں سے زبانِ حال سے | کہتا ہے کہ اے بدبو دار کیڑو...)
غیرتِ من بر سرِ تو دُور باش | میزند کاے خس ازیں جا دُور باش
(میری غیرت تجھ سے دور باش کہتی ہے | اے کمینو، یہاں سے دُور رہو)
ور بپا میزی تو با من اے دنی | ایں گماں آید کہ از کانِ منی
(اے ذلیل کیڑے اگر تو مجھ سے ملے گا | تو لوگوں کو خیال ہو گا کہ تو میری جنس سے ہے)

نتیجہ: ایک ہی نوعیت کا عیب بھی غیر جنسوں کو متحد کر دیتا ہے۔

شہباز بُڑھیا کے گھر میں

کہتے ہیں کہ ایک شہباز بادشاہ کے پاس سے اُڑ کر کسی بُڑھیا کے گھر میں جا اُترا۔ جب بڑھیا نے اِس قدر خوبصورت، عجیب و غریب اور عُمدہ نسل کا جانور دیکھا تو وہ بے حد خوش ہوئی۔ فوراً اٹھی اور اُسے پکڑ کر اپنے قبضے میں کرلیا۔ پھر اُس کے پانو باندھے، اچھی طرح سے پر کاٹے اور پنجوں کے ناخنوں کو جڑ سے تراش کر کھونٹی سے باندھ دیا اور کھانے کے لیے اُس کے آگے تھوڑی سی گھاس ڈال دی۔

وہ بُڑھیا شہباز کو مخاطب کرکے بار بار یہی کہتی تھی کہ افسوس! تو نااہلوں اور ناقدردانوں کے ہاتھوں میں پھنس گیا تھا، تیرے اتنے لمبے لمبے ناخن ہوگئے تھے، اس قدر بال بڑھ گئے تھے مگر اُن نااہلوں نے بال برابر بھی تیری قدر نہیں کی۔ اب

میرے پاس آرام سے رہ، میں تیری اچھی طرح سے خبرگیری کرتی رہوں گی اور تجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھوں گی۔

اُدھر بادشاہ حیران تھا کہ شہباز کدھر نکل گیا۔ وہ دن بھر اُس کی تلاش میں مصروف رہا۔ جب کچھ پتا نہ چلا تو آخرکار شام کے وقت چار و ناچار اپنے خیمے کی طرف واپس ہوا۔ رستے میں اُسی بڑھیا کا گھر تھا اتفاقاً جو نظر پڑی تو دیکھا کہ شہباز بڑھیا کے گھر میں بندھا پڑا ہے اور بے حد تکلیف اور اذیت میں مبتلا ہے بادشاہ نے اُسے دیکھ کر ایک آہِ سرد کھینچی اور افسوس کر کے کہا کہ یہ تیرے اُس جرم کی سزا ہے کہ تو جنّت چھوڑ کر دوزخ میں چلا آیا۔ او بے عقل! نا عاقبت اندیش! یہ اُس کا نتیجہ ہے کہ تُو نے مجھ جیسے باخبر اور شفیق کو چھوڑ کر اِس بڑھیا کے گھر میں پناہ لی ہے۔

گندہ پیر جاہل این دُنیا دنی ست — ہر کہ مائل شد بدو خوار و غبی ست

(گندہ پیر جاہل سے کمینی دنیا مراد ہے — جو شخص اس پر مائل ہو وہ ذلیل اور بیوقوف ہے)

ہست دُنیا جاہل و جاہل پرست — عاقل آں باشد کزیں جاہل برست

(یہ دنیا جاہل ہے اور جاہلوں کی قدرداں ہے — عقلمند وہ ہے جو اس جاہل سے دُور رہے)

ہر کہ با جاہل بود ہمراز یار — آں رسد با اُو کہ با آں شاہ باز

(جو شخص جاہل کا ساتھی ہو گا — اُس کا وہی انجام ہے جو اس شہباز کا ہوا)

نتیجہ: جو شخص دنیوی محبت میں گرفتار اور اندھے رسم و رواج کا پابند ہو گا وہ رُوحانی مُسرت اور قلبی آرام سے دُور ہو جائے گا۔

چمار کی بیہوشی اور اُس کا علاج

کہتے ہیں کہ ایک روز ایک چمار اتفاق سے اپنا ضروری سامان خریدنے کے لیے بازار گیا۔ جب وہ عطاروں کے بازار سے گزرا تو عطر کی مہک سے اُس کا سر چکرانے لگا

اور تھوڑی دیر کے بعد اُس کی مست خوشبو سے وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ گرتے ہی بازار کے تمام لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ ہر شخص اُس کی تیمارداری میں مصروف تھا: کوئی نبض دیکھ رہا تھا، کوئی ہوا دے رہا تھا، کوئی اُس کے دل پر ہاتھ پھیر رہا تھا اور کوئی عُود اور لوبان کا دُھواں دے رہا تھا مگر وہ شخص کسی طرح ہوش میں نہ آتا تھا۔

تمام لوگ شش و پنج میں تھے کہ یکایک یہ چکرا کر کیوں گر پڑا: کوئی کہتا تھا کہ اُس نے شراب پی لی ہے، کوئی کہتا تھا کہ اُس نے گانجے کا دَم لگا لیا ہے اور کوئی کہتا تھا کہ یہ بھنگ پی گیا ہے مگر کسی کو اصلی مرض کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ غرض یہ کہ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو لوگوں نے جاکر فوراً اُس کے عزیزوں کو اطلاع دی کہ فلاں شخص عطّاروں کے بازار میں غافل پڑا ہوا ہے اور پتا نہیں چلتا کہ اُس پر یہ غفلت کس چیز سے طاری ہوئی ہے۔

RekhtaDownload.com

اُس چمار کا ایک بھائی نہایت ہُشیار اور سمجھدار تھا۔ وہ سُنتے ہی اِس بے ہوشی کا سبب تاڑ گیا اور دل میں کہنے لگا کہ صبح سے شام تک یہ شخص غلاظت اور نجاست میں رہنے کا عادی ہے۔ دِن بھر سڑے ہوئے چمڑوں کی بُو سونگھتا رہتا ہے اور اُس کی تمام عُمر گندگی میں بسر ہوئی ہے اِس لیے عِطر کی خوشبُو نے اُس کی زندگی کو تباہ کر دیا ہے۔ وہ اُٹھا اور تھوڑی سی غلاظت اپنی آستین میں چھُپا کر وہاں پہنچا، بھیڑ چیرتا پھاڑتا قریب آیا اور لوگوں کو علٰحدہ کر کے اپنا سَر مریض کے کان پر اِس طریقے سے رکھا کہ گویا کوئی بات کہہ رہا ہے اور آہستہ سے آستین کی نجاست نکال کر اُس کی ناک پر رکھ دی اور ہاتھ اُس کی پیشانی پر پھیرنا شروع کر دیا۔ مریض کے دماغ میں اُس بُو کے پہنچتے ہی ہاتھ پاؤں میں جنبش پیدا ہو گئی اور وہ فوراً ہوش میں آگیا۔

لوگوں کو بہت تعجب ہوا کہ یہ شخص تو بالکل مر چکا تھا

مگر اِس حکیم نے اُس کے کان میں ایسا کون سا منتر پھونک دیا کہ وہ فوراً زندہ ہوگیا ۔

ہر کرا مشکِ نصیحت سُود نیست
لاجرم با بوئے بد خو کرد نیست

(جس کو نصیحت کا مشک مفید نہیں ہے
اُس کو بدبو کی عادت ہونا لازمی ہے)

کرم کو زادست از سرگیں ابد
می نگرداند بعنبر خوئے خود

(وہ ابتدا سے جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے
وہ عنبر سے اپنی عادت نہیں بدل سکتا)

آں کہ در توں زاد پاکے رانہ دید
بوئے مشک آرد بر در رنجے پدید

(جو شخص غلاظت میں پیدا ہوا ہو تو
اس کو مشک کی خوشبو سے بیماری پیدا ہو جائے گی)

گر تُوں انبار خواہی بود تو
زیں زیاں ہرگز نہ بینی سود تو

(اگر اس غلاظت میں تُو بھی اس کا ساتھی رہے گا
تو سوائے نقصان کے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا)

نتیجہ : جس نے بُرے اخلاق میں تربیت پائی ہو اُس پر نصیحت کا اثر اُلٹا اور نیکی کا اثر مُطلق نہیں ہوتا ہے۔

مینڈک اور چوہے کی دوستی

کہتے ہیں کہ ایک نہر میں مینڈک رہتا تھا اور نہر

سے کچھ فاصلے پر ایک چُوہا رہتا تھا۔ دونوں میں دوستی ہوگئی اور گاڑھی چھننے لگی۔ مینڈک روز علی الصباح نہر سے نکل کر چُوہے کے پاس آتا اور دونوں سر سے سر جوڑے ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہتے۔ ایک روز چُوہے نے مینڈک سے کہا کہ اے یار عزیز، مجھے ہر وقت تیرا خیال لگا رہتا ہے اور تیری صُورت دیکھنے کو جی ترستا رہتا ہے۔ اِس سَرسَری ملاقات سے تو جی نہیں بھرتا۔ طبیعت چاہتی ہے کہ ہر وقت تجھ سے باتیں کرتا رہوں مگر تو پانی کے اندر رہتا ہے اور میں خشکی میں، نہر کے کنارے کھڑا ہوکر جب آواز دیتا ہوں تو تجھے سُنائی نہیں دیتی۔ کوئی ایسی تدبیر کر کہ اِدھر میں آواز دوں اور اُدھر وہ تیرے کانوں تک پہنچ جائے۔

دونوں کے دونوں دیر تک اِس گتّھی کو سُلجھاتے رہے مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آئی۔ تھوڑی دیر بعد چوہے نے کہا کہ مجھے ایک تدبیر سُوجھی ہے۔ وہ یہ کہ ایک سُتلی فراہم

کی جائے اور اُس کا ایک سرا میری اور دوسرا تمھاری ٹانگ میں باندھ دیا جائے۔ جب ضرورت ہو اس کے ذریعے پیغام رسانی ہوا کرے۔ اس تجویز سے مینڈک کا ماتھا ٹھنکا۔ خیال کیا کہ کہیں یہ رشتۂ الفت ہلاکت کے پھندے میں نہ پھنسا دے اس لیے بہت کچھ حیلے حوالے کیے مگر چوہے نے کچھ ایسے ڈورے ڈالے کہ آخرکار مینڈک راضی ہوگیا اور دونوں ایک سُتلی سے اپنی ٹانگیں باندھ کر رشتۂ الفت کے پابند ہوگئے۔ اب تو دونوں میں خوب پیام سلام ہونے لگے جب مینڈک کو ضرورت ہوتی تو وہ سُتلی کو کھینچ کر چوہے کو بلا لیتا اور جب چوہے کو ضرورت ہوتی تو وہ ایک جھٹکے میں مینڈک کو بلاوا دے دیتا۔

ایک چیل نے یہ رانچیاتانی دیکھی تو مُنہ میں پانی بھر آیا۔ موقعہ پاکر گری اور چوہے کو پنجوں میں دبا کر اُڑی تو چوہے کے ساتھ مینڈک بھی پانی میں سے کھنچ کر دُنبالے کی طرح لٹکتا ہوا دکھائی دینے لگا۔ لوگوں نے یہ کیفیت دیکھ کر تعجب سے

کہا کہ ماشاءاللہ، چیل نے کس خوبی سے پانی میں گھس کر مینڈک کا شکار کیا ہے مگر مینڈک پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ بھلا چیل کی کیا مجال تھی کہ مجھ تک پہنچ سکتی یہ تو غیرِ جنس سے دوستی کرنے کی سزا ہے ۔

اے فغاں از یارِ ناجنس اے فغاں — ہمنشینِ نیک جوئید اے مہاں

(غیر جنسوں کی صحبت سے فریاد ہے — ہمیشہ اپنے لیے نیک اور اچھے ہمنشیں تلاش کر)

عقل را افغان زِ نفسِ پُر عیوب — ہمچو بینیِ بدے بر روئے خوب

(عقل عیب دار نفس کے ساتھ ایسی ہی ہے — جیسے کسی خوبصورت چہرہ پر بدنما ناک ہو)

عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں — از رہِ معنیست نے از آب و طیں

(عقل اس نفس سے کہتی ہے کہ یقیناً جنسیت — از روئے معنی ہے نہ باعتبار جسمانیت ہے)

ہیں مشو صورت پرست ایں مگو — سرِ جنسیت بصورت در مجو

(تو صورت پرست نہ بن اور یہ نہ کہہ — اور صورت میں جنسیت کا راز نہ ڈھونڈھ)

صورت آمد چوں جماد و چوں حجر — نیست جامد را زِ جنسیت خبر

(صورت تو پتھر اور جمادات کے لیے ہے — اور جمادات کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں)

جاں چوں مور و تن چو دانہ گندمے | می کشاند سُو بسوئش ہر دمے

(روح مثل چیونٹی کے ہے اور جسم مثل گیہوں کے دانے کے | جس کو وہ ہر وقت کھینچے کھینچے پھرتی ہے)

نتیجہ : غیر جنس کی دوستی میں ضرر ہے یہی حال عقل کا ہے اگر وہ نفس کی محبت میں گرفتار ہو جائے اور یہی حال روح کا ہے اگر وہ ظاہری صورت کی شیدا یا رسمی رشتوں کی بناء پر اپنائت کا اعتبار کر رہے۔

انسان اور ریچھ کی دوستی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے جنگل میں دیکھا کہ ایک زبردست اژدہا ریچھ کو نگل رہا ہے اور وہ ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے۔ اس کو ریچھ کی بے کسی اور بے بسی پر ترس آیا، فوراً نزدیک پہنچا اور کوئی ایسی تدبیر کی کہ ریچھ اس کے مُنہ سے چھُوٹ گیا۔ جب ریچھ نے اژدہے کے پنجے سے نجات پائی

RekhtaDownload.com

تو اپنے محسن کے قدموں پر لوٹنے لگا اور کتے کی طرح دُم ہلاکر اُس کے ساتھ ہولیا چونکہ وہ شخص اژدہے سے مقابلہ کرنے کے سبب سے تھک گیا تھا اس لیے ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا اور ریچھ اُس کی پاسبانی کرنے لگا۔

اتنے میں اتفاقاً ایک مُسافر اُدھر سے گزرا۔ یہ تماشا دیکھا تو وہیں کھڑا ہوگیا اور اُس شخص کو جگاکر پوچھا کہ میاں! یہ کیا ماجرا ہے اور یہ ریچھ سائے کی طرح تمھارے پیچھے کیوں پڑا ہے۔ اُس نے اژدہے اور ریچھ کا ماجرا اور اپنی حمایت کا واقعہ بیان کیا۔ مسافر نے سُن کر کہا کہ خیر یہ تو تم نے اچھا کام کیا کہ ریچھ کو اُس موذی کے چُنگل سے چھڑا دیا مگر پھر اِس کالی بَلا کو اپنا مُصاحب کیوں بنایا ہے۔ دیکھنا! تم اس کی صحبت اور وفاداری پر ہرگز بھروسا نہ کرنا، یہ تو نہایت بے وقوف اور احمق جانور ہے۔ کہیں اِس کی دوستی وبالِ جان نہ ہوجائے۔

اُس شخص نے مُسافر سے کہا کہ واللہ یہ بات تو

تو تم حسد سے کہہ رہے ہو۔ ارے میاں! تم اِس کی بے وقوفی پر نہ جاؤ۔ زرا اِس کی محبت اور وفاداری کو تو دیکھو۔ پھر جتنی چاہو نصیحت کرلینا۔ مُسافر نے از راہِ ہمدردی پھر سمجھایا کہ دیکھ، اس کا پیچھا چھوڑ اور میرے ساتھ ہوجا۔ میں تیرا ہمجنس ہوں اور وہ غیرجنس ہے۔ اُس نے کہا کہ جاؤ میاں آگے بڑھو اور اپنا کام کرو، میں کوئی ننھا بچّہ تو نہیں ہوں جو تمھارے دَم میں آجاؤں۔ بھلا اِس کی محبت مجھے کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔

مُسافر نے پھر کہا، ارے بھلے مانس! اُسے لات مار اور میری صحبت اختیار کرلے۔ کیا میں ریچھ سے بھی گیا گزرا ہوں، اُس نے کہا کہ بس اب آپ زیادہ منطق نہ بگھاریے اور خدا کے واسطے اپنا رستہ ناپیے۔

جب مسافر نے دیکھا کہ اِس کے کان پر جُوں تک نہیں چلتی تو اُس کا ہاتھ پکڑکر اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ دیکھ میرا حسد بھی اِس کی دوستی سے بدرجہا بہتر ہے، غیرجنس

کی صحبت نہ اختیار کر، ورنہ پچھتائے گا اور کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ مگر اُس کے سر پر تو شامت سوار تھی، وہ بھلا کہاں ماننے والا تھا فوراً اپنا ہاتھ جھٹک کر چھڑا لیا اور مُنہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ آخر کار مُسافر نے دیکھا کہ یہ تو کسی طرح راہِ راست پر نہیں آتا، مجبور ہو کر کہا کہ اچھا میں تو جاتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پس جائے اور تیرے سبب سے مجھ پر بھی کوئی مُصیبت آ جائے۔ غرض یہ کہ وہ مُسافر بڑبڑاتا ہوا چل دیا۔

وہ حضرت پھر اُسی درخت کے نیچے ٹانگیں پھیلا کر آرام سے سو رہے اور ریچھ اُن کے سرہانے کھڑا ہو کر مکھیاں اُڑانے لگا۔ اتفاقاً ایک مکھی بار بار اُڑ کر اُس کے مُنہ پر بیٹھ جاتی تھی۔ جتنا وہ اُڑاتا یہ ڈھیٹ مکھی اُتنا ہی پھر وہیں آ بیٹھتی۔ مکھی کی یہ جرأت دیکھ کر ریچھ آگ بگولا ہو گیا سوچا کہ یہ میرے محسن کو ستا رہی ہے۔ اِس کو ضرور سزا دینی چاہیے۔ فوراً دوڑا ہوا گیا اور ایک بھاری پتھر اُٹھا لایا

اور منتظر ہو بیٹھا کہ اگر اب کے مکھی آن بیٹھے تو کچھ مزہ ہی نکال دے۔

تھوڑی دیر میں بھن بھن کرکے وہی مکھی پھر آ بیٹھی۔ ریچھ تو پتھر تانے ہی کھڑا تھا، فوراً وہ پتھر مسافر کے مُنہ پر دے مارا۔ مکھی تو اُڑ گئی مگر اُس غریب کا سر چکنا چور ہوگیا اور بھیجا پاش پاش ہوکر بہ گیا۔

زانکہ ہر جنسے رباید جنسِ خود   گاؤ سوئے شیرِ نر کے رخ کند
(ہر جنس اپنے جنس سے ملتی ہے   بیل شیرِ نر کی طرف کبھی نہیں جاتا)

مہرِ ابلہ مہرِ خرس آمد یقیں   کینِ او مہر است و مہرِ اوست کیں
(بے وقوف کی محبت ریچھ کی محبت کی طرح ہے   اس کی دشمنی محبت ہے اور محبت دشمنی ہے)

گر خورد سوگند ہم باور مکن   بشکند سوگند مردِ کژ سخن
(اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقیں نہ کر   کیونکہ ٹیڑھی بات کرنے والا قسم توڑ دیتا ہے)

نفسِ او میر است عقلِ او اسیر   صد ہزاراں مصحفش خود خوردہ گیر
(اس کا نفس اُس پر غالب اور عقل مغلوب ہے   قرآن کی قسم تو کیا وہ تو قرآن بھی کھا جائے گا)

نتیجہ: غیر جنس کی صحبت سے بچنا چاہیے ورنہ

مُصیبت اُٹھانی پڑتی ہے ۔

نوحؑ اور اُن کا بیٹا

کہتے ہیں کہ نوحؑ نے کشتی تیار کرنے کے بعد اپنے بیٹے سے کہا کہ آ اور کشتی میں بیٹھ جا۔ کہیں تُو اِس طوفان میں غرق نہ ہوجائے۔ لیکن اُس نے انکار کیا اور کہا کہ آپ فکر نہ کیجیے، میں نے تیراکی سیکھ لی ہے اور آپ کی شمع کے علاوہ ایک اور شمع بھی روشن کر رکھی ہے ۔

نوحؑ نے فرمایا کہ بیٹا میرا کہنا مان! یہ معمولی طوفان نہیں ہے بلکہ ایک طوفانِ بلا ہے، جس میں ہاتھ پاؤں شل ہوجاتے ہیں اور یہ قہرِ الٰہی کا نمونہ ہے، جس میں سوائے حق کی شمع کے کوئی دُوسری شمع روشن نہیں رہ سکتی ہے ۔

اُس نے کہا، کہ نہیں صاحب، یہ تو آپ زبردستی کی ہوا باندھ رہے ہیں! وہ پہاڑ کی بلند چوٹی جو سامنے نظر آرہی ہے

وہ میرے بچانے کے لیے بہت کافی ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ دیکھ واہی تباہی نہ بک اور اِس قسم کے فضول خیالات دل سے نکال دے، اِس وقت کوہ کاہ کے مانند ہیں اور بجز دوستوں کے کسی کو امن نہیں مل سکتا۔

نوحؑ کے بیٹے نے جواب دیا کہ قبلہ میں نے کس دن آپ کی نصیحت سُنی تھی، جس سے آج آپ کو توقع ہوئی۔ نہ مجھ کو اس سے پہلے آپ کی بات سمجھ میں آتی تھی اور نہ آج کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ نوحؑ نے فرمایا کہ بیٹا! تُو نے بہت کچھ بے جا ناز کیے ہیں اور خدا نے میری خاطر سے سہے ہیں۔ لیکن خدا کے واسطے آج ایسا نہ کر، قہرِ الٰہی جوش میں ہے، وقت نازک ہے، آج کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔ آج ناز کا دن نہیں بلکہ نیاز کا ہے۔ اب تک تو نے جو کچھ کیا وہ کیا، مگر آج بجز بندگی کے کوئی دوسری بات مُفید نہیں ہوسکتی۔

اُس نے کہا، تم کو تو بس یہی باتیں کہتے ہوئے مُدّتیں

RekhtaDownload.com

گزر گئیں۔ بچپن سے اب تک تمھاری اِس قسم کی تقریروں نے مجھ پر اثر نہ کیا تو پھر بھلا اس زمانے میں کیا خاک اثر کریں گی۔ نوحؑ نے فرمایا کہ بیٹا، کیا مضائقہ ہے، ایک وقت اپنے باپ کی بھی مان لے لیکن اُس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ نوحؑ شفقتِ پدری سے مجبور تھے، نرم نرم الفاظ میں اُس کو نصیحت کرتے رہے اور وہ سخت سُست جواب دیتا رہا۔ نہ باپ کی محبت گوارا کرتی تھی کہ یہ گردابِ بلا میں پھنس کر غرق ہوجائے اور نہ اِن کی بات اُس کے دل پر کچھ اثر کرتی تھی۔ اسی قسم کی باتیں ہورہی تھیں کہ ایک زبردست موج آئی اور اُس نے پسرِ نوحؑ کے مُنہ پر ایک ایسا تھپیڑا مارا کہ اُس کے پورے جسم کو پاش پاش کرڈالا۔

نوحؑ نے خدا سے عرض کی کہ اے خداوندا اور اے بادشاہِ بحرو بر، تو نے بارہا مجھ سے وعدہ فرمایا کہ تیرے اہل وعیال اِس طوفان سے محفوظ رہیں گے، میں اسی خیال میں تھا، پھر مجھ غریب کی گُدڑی کیوں بہالے گیا۔ ارشاد

ہوا کہ وہ درحقیقت تمہاری اولاد نہ تھا۔ اُس نااہل کے اعمال اچھے نہیں تھے۔ جب تمہارے دانت میں کیڑا پیدا ہوجائے تو اُسے اُکھاڑ کر پھینک دو تاکہ اُس سے تمہارا جسم متاثر نہ ہونے پائے۔ نوحؑ نے عرض کی کہ میں بجز تیری ذاتِ مقدس کے سب سے بیزار ہوں میری عرضِ حال تو اِس طوفان عظیم سے قبل بھی تجھی سے تھی اور اب اِس کے بعد بھی تجھی سے ہے۔ شکر ہے کہ طوفان بپا کرکے تو نے مجھے مصیبتوں سے چھڑایا اور ایک بڑی ذمہ داری سے سبکدوشی عطا فرمائی۔

عاشقِ صنعِ خدا با فر بود عاشقِ مصنوعِ اُو کافر بود

(صنعت حق کا عاشق با اقبال ہے، اور مخلوق کا عاشق کافر ہے)

درمیانِ ایں دو فرقے بس خفیست می شناسد آنکہ در دولت صفیست

(اِن دونوں میں نہایت لطیف فرق ہے اس کو تو صرف برگزیدہ شخص ہی پہچان سکتا ہے)

نتیجہ : جس شخص میں خاندانی اوصاف موجود ہوں وہ اس خاندان سے نہیں شمار کیا جاتا ہے۔

RekhtaDownload.com

لالچ کا نتیجہ

کوزۂ چشم حریصاں پُر نشد — تا صدف قانع نشد پُر دُر نشد

(حریص کبھی سیر چشم نہیں ہوتا۔ جب تک — صدف میں قناعت نہیں موتی سے نہیں بھرتی)

RekhtaDownload.com

گر ترازو را طمع بودے بمال
راست کے گفتے ترازو وصفِ حال
(اگر ترازو کو مال کی طمع ہوتی
تو پھر وہ صحیح وزن ہرگز نہ بتاتی)

گر طمع در آئینہ برخاستے
در نفاق آں آئینہ چو ماستے
(اگر طمع آئینے میں پیدا ہو جائے
تو وہ بھی ہماری طرح منافق بن جائے)

ہر کرا باشد طمع الکن شود
با طمع کے چشم دل روشن شود
(جس کو طمع ہوتی ہے وہ ہکلا ہو جاتا ہے
طمع ہو تو دل کی آنکھ روشن نہیں ہوتی)

چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار
کے شناسد ظالم از مظلوم زار
(جب قاضی کو رشوت عزیز ہو
تو پھر اس کو ظالم اور مظلوم میں تمیز نہیں ہو سکتی)

حکیم اور مور

کہتے ہیں کہ ایک حکیم سیر کرتا ہوا کسی جنگل میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک مور چونچ سے اپنے پر نوچ نوچ کر پھینک رہا ہے۔ حکیم نے کہا کہ اے مور، کیا تو نہیں جانتا کہ لوگ تیرے پروں کو کیسی عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ حافظ انھیں قرآنِ مجید میں رکھتے ہیں اور نفاست پسند لوگ ان کا پنکھا بناتے ہیں۔ پھر یہ تیری کس قدر احسان فراموشی ہے کہ تو انھیں اس بے دردی اور بے قدری سے نوچ نوچ کر پھینک رہا ہے۔ شاید تو نہیں جانتا کہ اس کا بنانے والا کون ہے یا جانتا ہے اور جان بوجھ کر یہ ناز و نخرے اور چوچلے بگھار رہا ہے۔

حکیم کی زبان سے یہ الفاظ سُن کر مور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور اس قدر رویا کہ سُننے والے بھی اُس کے رونے سے متاثر ہو گئے۔ اُدھر حکیم پشیمان ہو کر دِل ہی دِل میں جز بز ہونے لگا۔ وہ بار بار اپنے دل میں یہی کہتا تھا کہ میں نے ناحق اُس کا دِل دُکھایا۔

جب مور گریہ و زاری سے فارغ ہوا تو اُس حکیم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے شخص! جا اور اپنا کام کر، تو اِس راز کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ تُو تو اب تک رنگ و بُو کی قید میں گرفتار ہے۔ تو نہیں جانتا کہ صدہا بلائیں صرف میرے اِن پَروں کے باعث مجھ پر ہر طرف سے نازل ہوتی رہتی ہیں۔ ہزاروں بے رحم شکاری اور لاکھوں تیر انداز مجھ پر تیر چلاتے رہتے ہیں۔ جب مجھ میں اِتنوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں اور جب اِن بلاؤں سے میں اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا تو میرے لیے یہی بہتر ہے کہ بدنما اور کریہ منظر بن جاؤں۔ یہ پر

RekhtaDownload.com

ایک ایک کرکے اُکھاڑ پھینکوں تاکہ لوگ مجھے پہچاننے کی کوشش نہ کریں اور میں عیش و عشرت کے ساتھ اس جنگل میں زندگی بسر کرتا رہوں ۔

پس ہنر آمد ہلاکت خام را — کز پئے دانہ نہ بیند دام را
(ہنر اہل ہوس کے لیے ہلاکت کا باعث ہے — اس کو دانے کی ہوس میں جال نظر نہیں آتا)

چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہار — دور کن آلت بیند از اختیار
(جب حفظ و تقویٰ نہ ہو سکے — تو اپنے ہتھیار ڈال اور اختیار چھوڑ دے)

جلوہ گاہِ اختیارم آں پر است — بر کنم پر را کہ در قصد سر است
(میرے اختیار کو ظاہر کرنے کا ذریعہ یہ پر ہے — یہ پر جان کے پیچھے ہیں اس لیے انہیں اکھاڑ دیتا ہوں)

نیست انگارد پرِ خود را صبور — تا پرش در نفگند در شر و شور
(صابر اپنے پر کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا — تاکہ وہ اسے مصیبت میں نہ ڈالے)

نتیجہ: ہنر اور کمال لالچی لوگوں کے لیے موت کا باعث ہو جاتا ہے ۔

ایک بھینگا اور آئینہ

ایک مرتبہ کسی اُستاد نے اپنے ایک بھینگے

RekhtaDownload.com

شاگرد سے کہا کہ ارے میاں، ذرا اُس طاق پر سے آئینہ تو اُٹھا لاؤ۔ بھینگا طاق کے پاس پہنچا تو وہاں اُسے دو آئینے نظر آئے۔ اُس نے وہیں سے آواز لگاکر پوچھا کہ جناب، یہاں تو دو آئینے ہیں بھلا اِن دونوں میں سے کونسا آئینہ لاؤں۔ اُستاد کو معلوم تھا کہ آئینہ تو ایک ہی ہے مگر یہ اپنے بھینگے پن سے دو دیکھ رہا ہے۔ اِس لیے اُس نے کہا کہ میاں، وہاں تو صرف ایک ہی آئینہ ہے، دو نہیں ہیں۔ یہ اپنے بھینگے پن کو چھوڑو اور دوربینی سے کام لو۔

بھینگے نے کہا کہ اُستاد طعنے نہ دیجیے، اگر آپ کو یقین نہ آئے تو خود آکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجیے یہاں تو دو آئینے رکھے ہوئے ہیں۔ اُستاد نے کہا کہ اچھا اِن دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈالو۔ بھینگے نے اُستاد کے کہنے کے مطابق جب آئینہ توڑا تو دونوں نظروں سے غائب ہوگئے۔

چوں یکے شکست ہر دو شد ز چشم
مرد احول گردد از میلان و خشم

(جب ایک ٹوٹا تو دونوں نظر سے غائب ہو گئے
آدمی تعصب اور حسد سے بھینگا ہو جاتا ہے)

خشم و شہوت مرد را احول کند
ز استقامت روح را مبدل کند

(خواہش اور غصہ مرد کو بھینگا بنا دیتا ہے
پھر روح میں راستی نہیں رہتی ہے)

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

جب دنیا کی محبت پیدا ہوئی تو ہُنر غائب ہو جاتا ہے
اور آنکھ پر ہزاروں پردے پڑ جاتے ہیں)

نتیجہ: جس شخص پر حرص و ہوس غالب ہوتی ہے اُس کی مثال بھینگے کی ہے، جسے ہر چیز اُونڈھی دکھائی دیتی ہے اور وہ نیکی اور بدی میں تمیز نہیں کر سکتا۔

ایک شخص مُفلسی سے تنگ آکر پیغمبری کا دعوی کر بیٹھا

ایک شخص نے بڑے زور و شور کے ساتھ دعویٰ کیا کہ میں پیغمبر ہوں اور تمام نبیوں سے افضل و برتر ہوں۔ ہزاروں لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے اور کہا کہ تُو نے

کیا ڈھونگ باندھ رکھا ہے۔ ارے بے وقوف، اگر پیغمبر کہنے سے تیرا یہ مطلب ہے کہ جو عدم سے وجود میں آئے وہی پیغمبر ہے تو پھر تجھ میں کیا سُرخاب کا پَر لگا ہے۔ ہم سب عدم سے وجود میں آئے تو پھر ہم بھی پیغمبر ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ تم سب اندھوں کی طرح آنکھیں بند کیے ہوئے یہاں آئے ہو اور ہم عالم بیداری میں روانہ ہوئے ہیں اور باخبر رہبروں کی طرح دین دُنیا کی تمام مسرتوں کو اچھی طرح سے دیکھتے ہوئے بلکہ ان کی جڑ بنیاد سے واقف ہوتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔

لوگ اُس کی کج بحثی سے تنگ آکر، بُری طرح اُسے کھینچتے ہوئے بادشاہ کے سامنے لائے اور درخواست کی کہ حضور، اِس بدمعاش کو ایسی سخت سزا دی جائے کہ دوسروں کو عبرت ہو اور پھر کوئی اس قسم کا دعوی کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔ بادشاہ نے دیکھا کہ یہ نہایت ضعیف، کمزور، اور فاقے زدہ شخص ہے اس لیے گرد و پیش کے لوگوں کو

علاحدہ کرکے اُس سے نہایت نرمی سے پوچھا کہ بھائی، تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمھاری وجہ معاش کیا ہے۔

اُس نے جواب دیا کہ میں جنّت کا رہنے والا ہوں، وہاں سے اِس ملامت کدہ میں آپڑا ہوں اور یہاں نہ کوئی میرا ہم جنس ہے نہ ہمدرد اور نہ یہاں کہیں میرے رہنے کا مکان ہے اور نہ کوئی ذریعۂ معاش ہے۔ پھر بادشاہ نے بطور تمسخر پوچھا کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ صبح تم نے ناشتے میں کیا کھایا تھا اور دوپہر کے لیے تمھارے پاس کیا ہے۔

اُس نے جواب دیا کہ حضور، نہ تو مجھے ناشتہ میسّر ہوا ہے اور نہ میرے پاس دوپہر کے کھانے کے لیے کچھ موجود ہے۔ آپ خود غور کیجیے کہ اگر میرے پاس ایک خُشک روٹی بھی کھانے کو ہوتی تو بھلا میں زبردستی پیغمبری کا دعویٰ کیوں کر بیٹھتا۔

دعوئے پیغمبری با ایں گروہ ہمچناں باشد کہ دل جُستن زکوہ

(اِن لوگوں سے پیغمبری کا دعویٰ کرنا ایسا ہی بے فائدہ ہے جیسے پہاڑ سے دل ڈھونڈنا)

RekhtaDownload.com

کس ز کوہ و سنگ عقل و دل نجست
فہم ضبطِ نکتۂ مشکل نجست

(پتھر اور پہاڑ کوئی عقل اور دل تلاش نہیں کرتا
اور نہ مشکل نکاتِ علمی کا فہم و ضبط ڈھونڈتا ہے)

ہرچہ گوئی باز گوید کہ ہماں
می کند افسوس چوں مستہزیاں

(اس سے جو کچھ کہا جا لوٹ کر وہی جواب دے دیتا ہے
اور صرف مسخروں کی طرح نقالی کرتا ہے)

نتیجہ: اکثر لوگ ظاہر میں قومی اور مذہبی رہنمائی کے دعویدار ہوتے ہیں مگر باطن میں، اُن کے بیسیوں اغراض پوشیدہ رہتے ہیں۔

ایک دُنبے کا مالک اور چور

کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنے دُنبے کی رسّی پکڑے ہوئے آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔ پیچھے سے ایک چور آیا اور چپکے سے رسّی کاٹ، دُنبے کو لے کر چل دیا۔ جب مالک کو معلوم ہوا کہ ہاتھ میں صرف ایک رسّی کا ٹکڑا رہ گیا اور دُنبہ غائب ہے تو وہ اُس کی جستجو میں

ہر طرف دوڑا مگر دُنبے کا کہیں پتا نہ پایا۔

اسی طرح پھرتے پھرتے وہ ایک مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ چور کنوئیں کی مُنڈیر پر بیٹھا ہوا ڈاڑھیں مار مار کر رو رہا ہے۔ اُس نے پوچھا کہ اُستاد خیر تو ہے۔ آخر معاملہ کیا ہے جو اِس طرح رو رہے ہو۔ جواب دیا کہ میری روپیوں کی تھیلی اِس کنوئیں میں گر پڑی ہے، اگر ہمّت ہو تو غوطہ مار کر نکالو۔ میں اُس رقم کا پانچواں حصّہ تمھاری نذر کردوں گا۔ پوچھا کہ اُس تھیلی میں کتنی رقم ہے؟ جواب دیا کہ اُس میں پانسو درم ہیں، تمھیں ایک سو درم مُفت ملے جاتے ہیں۔ یہ سُن کر اُس نے اپنے دل میں کہا کہ اب دُنبے کو تلاش کرنا بے سُود ہے مجھے یہیں کے یہیں دس دُنبوں کی قیمت مِل جاتی ہے۔ میرا ایک دُنبہ چوری گیا اور خدا نے اُس کے بدلے ایک اونٹ دے دیا۔ فوراً کپڑے اُتار جھم سے کنوئیں میں کود پڑا اور تھیلی تلاش کرنے لگا۔ اِدھر تو اُس نے پانی میں ڈبکی ماری اور اُدھر چور

اُس کے کپڑے لے کر چلتا بنا۔

حازمے باید کہ رہ تا دہ برد | حزم بنود طمع، طاعون آورد
(منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے | اگر احتیاط کامل نہ ہو تو لالچ مصیبت میں پھنسا دیتا ہے)

آں یکے دزد است فتنہ سیرتے | چوں خیال او را بہر دم صورتے
(یہ طمع ایک فتنہ خصلت چور ہے | جو خیال کی طرح ہر دم شکل بدلتی رہتی ہے)

کس نداند مکرِ او اِلّا خدا | در خدا بگریز راہِ زیں دغا
(اس کا کر سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا | لہٰذا اس دغا باز سے خدا کی طرف بھاگ کر پناہ لو)

نتیجہ: خدا کو طلب کرنے والا دُور اندیش ہونا چاہیے۔ نفس یا شیطان اپنے خیال کے مطابق شکلیں بدلتا ہے اور رستے سے بھٹکاتا رہتا ہے۔ لہٰذا اِس سے خدا ہی بچائے تو بچے۔

شکاری اور چڑیا

کہتے ہیں کہ ایک شکاری نے اپنے جسم پر ہری ہری گھاس لپیٹ کر، سر پر لالہ و گُل کی ٹوپی اوڑھ رکھی تھی اور

RekhtaDownload.com

ایک سبزہ زار میں جال بچھا کر، زمین پر اناج کے دانے بکھیر رکھے تھے۔

ایک خوبصورت چڑیا پھدکتی ہوئی آئی اور انجان بن کر، دیر تک جال کے گرد چکر لگاتی رہی پھر سامنے آکر بولی کہ اے سبز پوش! تم کون ہو اور اس جنگل میں وحشی جانوروں کی طرح کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں ایک تارک الدنیا آدمی ہوں اور گھاس پھوس پر قناعت کر کے بیٹھ گیا ہوں یہ سن کر چڑیا کی جان میں جان آئی اور پھدک پھدک کر باتیں کرنے لگی۔

باتیں کرتے کرتے اس کی نظر اُن بکھرے ہوئے دانوں پر پڑی، منہ میں پانی بھر آیا، پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے۔ شکاری نے جواب دیا کہ یہ ایک یتیم کی امانت ہے۔ چڑیا نے کہا: مگر میں تو بھوک سے بے قرار ہوں خدا کے لیے مجھے کھانے کی

اُجازت دے۔ اُس نے منع کیا مگر وہ بے قرار ہو کر دانہ پر گری اور جال میں پھنس گئی۔ چڑیا خود کو جال میں گرفتار دیکھ کر زار زار روتی تھی اور بار بار یہی کہتی تھی کہ زاہدوں کی باتیں نہ سننے کا یہ نتیجہ ہے۔ شکاری کہتا تھا کہ نہیں یہ تو یتیموں کا مال کھانے کی سزا ہے۔

بعد در ماندن چہ افسوس و چہ آہ	پیش ازیں بایست ایں دودِ سیاہ
(پھنسنے کے بعد آہ و نالے کار ہے	تو دو تو پھنسنے سے پہلے کرنا چاہیے تھا)
پیش ازاں کیں دانہ بر تو فخ شود	گرمی حرص تو ہمچوں لدخ شود
(پیشتر اس کے دانہ تجھے دام میں پھنسائے	تیری حرص کی گرمی برف کی طرح ٹھنڈی ہو جائے)
آہ و دود و نالہ اندم کار بند	حرص را آوارہ کن اے ہوشمند
(اس وقت آہ و نالہ کا پابند ہو اور	اے عقل مند، حرص کو اپنے نزدیک پھٹکنے نہ دے)

نتیجہ: حرص و ہوس بلا میں گرفتار کرتی ہیں اور گرفتاری کے بعد آہ و بکا سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

RekhtaDownload.com

صحت نامہ

کتاب پڑھنے والوں سے التجا کی جاتی ہے کہ مندرجۂ ذیل غلطیوں کی صحت فرمالیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ط	۱۲	فریدالدیں	فریدالدین
ن	۲	گرہ گٹ	گرہ کٹ
ق	۱	ٹلاطم	تلاطم
۱۷	۴	حاؤ	جاؤ
۶۸	۲	رہ	راہ
۸۱	۹	جھونٹ	جھوٹ
۹۲	"	گھرے گئے	گھر لے گئے
۱۸۳	۳	اکٹھا	اکھٹا
۱۸۹	۱۴	میڈک	مینڈک

RekhtaDownload.com

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۰	۳	مضاعقہ	مضائقہ
۲۰۱	۱۳	نوق	فرق

RektaDownload.com

RESEARCH CENTRE
ACC. No. 1529

دیگر تصنیفات

کاک ٹیل مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب کی مزاحیہ نظموں کا دلچسپ مجموعہ معہ دیباچہ مولوی غلام یزدانی صاحب، ایم - اے، ناظم آثارِ قدیمہ ممالکِ محروسۂ سرکارِعالی۔ قیمت ۸ر

بارہ بھبکیاں اسی مصنّف کے بارہ مزاحیہ مضامین - زیرِ طبع - معہ دیباچہ مولوی مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب جج ہائیکورٹ حیدرآباد دکن -

غلط در غلط ایک ڈراما، جو انجمن ترقی ڈراما حیدرآباد دکن کی طرف سے حیدرآباد میں کھیلا جا چکا ہے اور بہت مقبول ہوا ہے۔ زیرِ طبع۔ معہ دیباچہ ڈاکٹر عطاء الرحمن صاحب پروفیسر جاگیردار کالج حیدرآباد دکن -

RekhtaDownload.com

حکایاتِ زرّیں اور اِن سب کتابوں کے

مِلنے کا پتا۔

(۱) مکتبۂ جامعۂ ملّیہ اسلامیہ قرول باغ نئی دہلی۔

(۲) غلام دستگیر صاحب کتب فروش آبد روڈ حیدرآباد دکن۔

(۳) مکتبۂ ابراہیمیہ ” ” ”

(۴) کتاب خانہ ” ” ”

علمی ادبی ماہوار رسالہ
ہندستانی ادب
حیدرآباد دکن

Rekhta Download.com